مجموعہ رسائلِ چاندپوری

جلدِ دوم

رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری
ناظم تعلیمات و شعبۂ تبلیغ دارالعلوم دیوبند
خلیفۂ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

انجمن دعوت اہلسنت و جماعت

مجموعہ رسائلِ چاندپوری

جلدِ دوم

رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری
ناظمِ تعلیمات و شعبۂ تبلیغ دارالعلوم دیوبند
خلیفۂ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

انجمن دعوتِ اہلسنت وجماعت

عرضِ مُرتّب

آج سے تقریباً ساٹھ سال پیشتر حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن شاہ صاحب چاندپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے آٹھ رسائل کا مجموعہ مرتب کر کے " مجموعۂ رسائل چاندپوری جلد اوّل " کے نام سے " انجمن ارشاد المسلمین " کی طرف سے شائع کیا تھا۔ اور ساتھ ہی مزید رسائل کی فراہمی کے سلسلہ میں تعاون کی اپیل بھی کی گئی تھی۔ اپیل کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اس لئے مزید رسائل کی فراہمی میں ذاتی تگ و دَو اور اپنی ہی تلاش و جستجو پر انحصار کرنا پڑا۔ ادھر اپنی مصروفیات کا یہ عالم کہ دور دراز کے سفر کر کے مختلف لائبریریوں اور دارالمطالعوں کا تفصیلی مطالعہ کرنے اور کتابوں کو تلاش کرنے کے لئے وقت نکالنا ایک انتہائی دشوار اور دِقّت طلب کام۔ ان دشواریوں کے علاوہ کچھ مجبوریاں اشاعت کے سلسلہ میں بھی پیش آتی رہیں۔ جن کے باعث اس دوسری جلد کو منظرِ عام پر لانے کا کام مزید تاخیر و تعویق کا شکار ہوتا رہا۔ دوسری جلد کو جلد پیش نہ کر سکنے کے اسباب وعلل کا بیان ان حضرات کی خدمت میں بطورِ " اعتذار " پیش کیا جا رہا ہے جنہوں نے بار ہا خطوط لکھ کر جلد دوم کی اشاعت کے بارے میں پوچھ گچھ کی اور اس طویل عرصہ میں انتظار کی تکلیف برداشت کرنے سے ؎

وَالعُذْرُ عِنْدَ کِرَامِ النَّاسِ مَقْبُوْلٌ

اس جلد میں ۱۷ سترہ رسائل شامل ہیں۔ آخری چار رسالے اگرچہ حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن شاہ صاحب چاندپوری رحمہ اللہ کی ذاتی تصنیف نہیں ہیں لیکن چونکہ ان کا تعلق بھی ان ہی کی ذات سے تھا اس لئے ان کو " بطورِ ضمیمہ اسی جلد میں شامل کر دیا ہے۔ دو رسالے " کوکب الیمانین " و " غلبۃ الحق " میں حضرت مولانا چاندپوری کے مناظروں کی روداد بیان کی گئی ہے۔ اور ایک رسالہ " بریلوی کا نادان دوست " حضرت مولانا رح کے ایک رسالہ کا جواب الجواب ہے۔ اور ایک رسالہ " فصل الخطاب " کا ذکر خود موصوف نے اپنے بعض رسائل میں کیا ہے۔

ہمارے رفیق کار حضرت مولانا نعیم الدین صاحب نے اس جلد میں شامل رسائل کا مختصر تعارف تحریر فرمایا ہے۔ نیز "رسائل چاند پوری" کے مطالعہ کے بعد حضرت مولانا کی مناظرانہ قابلیت سے متاثر ہو کر موصوف کے بارے میں ایک مختصر سا "تأثراتی" مضمون بھی رقم فرمایا ہے۔ ہم حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کے اس "تأثراتی" مضمون اور اس جلد میں شامل رسائل کے بارے میں ان کے تحریر کردہ تعارف کو "دیباچہ" کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔

اب آخر میں آپ حضرات سے مزید رسائل مثلاً "حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ فِیْ جِیْدِ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ" "کالا کافر"، "چیپ شاہ بریلوی گرفتار"، "النعل الاکبر"، "نو ہزاری اشتہار"، "آخری اتمام حجت"، "بریلوی مجدد سے مناظرہ"، "القسورۃ علی الحمر المستنفرۃ"، "مولوی عبدالغنی صاحب رام پوری اور نو ہزار کی ہوس خام"، "تحذیر الاخوان عن ضار الشیطان"، "جیسی روح ویسے فرشتے"، "تمہید المنکرین لقدرۃ رب العالمین" وغیرہ کی فراہمی میں تعاون کی درخواست ہے۔ تاکہ ان کی اشاعت کا بھی انتظام کیا جا سکے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

انوار احمد

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ : ۱۲ جون ۱۹۸۵ء

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عربی کی ایک مشہور ضرب المثل ہے " لِکُلِّ فِرعَونٍ مُوسٰی " ہر فرعون کے لئے موسیٰ ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ جہاں کہیں کوئی باطل پرست اور فتنہ پرداز شخص نمودار ہوتا ہے وہاں اللہ تعالےٰ اس کے مقابلہ کے لئے کوئی نہ کوئی ایسا شخص پیدا فرما دیتے ہیں جو اس سے ٹکر لے کر اسے اس کے انجام تک پہنچا دیتا ہے۔

مدت سے یہ ضرب المثل سنتے آئے تھے مگر مشاہدہ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ کچھ عرصہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرقِ باطلہ اور ان کے رد میں لکھی جانے والی کتب کے مطالعہ کا موقعہ عطا فرمایا۔ مطالعہ کتب سے یہ بات سامنے آئی کہ اس دورِ پُرفتن کے عالمگیر فتنوں میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ " فتنۂ رضاخانیّت " ہے۔ کیونکہ گزشتہ دینی فتنوں میں سے کسی سے اسلام کو ایسا ہمہ گیر نقصان نہیں پہنچا جیسا " فتنۂ رضاخانیت " سے پہنچا ہے۔ اس فتنہ نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اہلِ اسلام کا دین و ایمان برباد کیا، عشق کے پردہ میں فسق و فجور کا بازار گرم کیا، کافروں کو مسلمان بنانے کے بجائے مسلمانوں کو کافر بنایا۔

مندرجہ بالا ضرب المثل کے مطابق، جس قدر یہ مہیب اور خوفناک فتنہ تھا ویسے ہی باہمت اور رعب و دبدبے والے مردِ مجاہد کو اللہ تعالےٰ نے اس کی سرکوبی کے لئے پیدا فرما دیا۔ یہ ہیں ابنِ شیرِ خدا علی مرتضیٰ رضؓ، حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

اللہ تعالےٰ نے دیگر متعدد خوبیوں کے علاوہ آپ میں ایسی مناظرانہ صلاحیت بھی ودیعت فرمائی تھی جس کی نظیر بہت کم دستیاب ہے۔ آپ نے ان صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر جدید فتنہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ وہ فتنہ خواہ آریہ دھرم کا ہو، یا دھریت کا، نیچریت کا ہو

یا مرزائیت کا، انکارِ حدیث کا ہو یا غیر مقلدیت کا۔ رافضیت کا ہو یا رضاخانیت کا کوئی بھی آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ مؤخر الذکر فتنہ کے بانی احمد رضا خان بریلوی کے گھر جاکر بھی دعوتِ مبارزت دی مگر گیدڑ بھبکیاں دینے والوں کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔

آہ! کہ اب حضرت مولانا چاندپوری رح ہم میں موجود نہیں ہیں۔ اگر آپ حیات ہوتے تو آج ان امڈتے ہوئے طوفانوں کا رخ موڑنے اور دینی فتنوں کے سیلِ رواں کو بند باندھنے کے لئے انشاء اللہ وہ مردِ مجاہد تنِ تنہا کافی ہوتے۔ لیکن اب جب کہ اس درد کا درماں کرنے والے ابنِ شیرِ خدا ہمارے اندر موجود نہیں ہیں تو انسے استفادہ کی یہی ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم ان کی قیمتی تصانیف کا مطالعہ کریں اور ان کی روشنی میں ان تمام فتنوں کا مقابلہ خود کریں۔ ان تصانیف کے مطالعہ سے جہاں ہمیں قیمتی اور بیش بہا معلومات فراہم ہوں گی وہاں ہمیں ابنِ شیرِ خدا کی عظیم شخصیت کو سمجھنے کا موقعہ بھی میسر آئے گا ؎

درسخن مخفی منم چوں بوئے گُل در برگِ گُل

ہر کہ دیدن میل دارد درسخن بیند مرا

اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کے ان علمی جواہر پاروں کو جو عرصہ دراز سے مفقود و نایاب تھے منظرِ عام پر لایا جائے۔ اور ان سے عالم کو روشناس کرایا جائے۔ یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے انجمن ارشاد المسلمین اور اس کے کارپردازوں کو مرحمت فرمائی جنھوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ اور آج سے تقریباً چھ سال پیشتر تلاشِ بسیار کے بعد " رسائل چاندپوری جلد اوّل " کے نام سے حضرت ممدوح کے ۹ رسائل کا ایک مجموعہ تیار کر کے علماء و عوام کے سامنے پیش کر دیا۔ اس جلد میں " رسائل چاندپوری جلد دوم " کی اشاعت کا اشتہار بھی دیا گیا تھا اور اس ضمن میں رسائل چاندپوری جلد دوم کی تیاری کے لئے قارئین سے دامے درمے قدمے سخنے تعاون کی اپیل بھی کی گئی تھی۔ مگر اپیل کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ جس کی وجہ سے کارپردازانِ انجمن کو جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا وہ بیان سے باہر ہیں۔ ان رسائل کی تلاش و جستجو میں نہ صرف اندرون

ملک دور دراز علاقوں کے سفر کئے گئے بلکہ دیوبند، دلی، اور لکھنؤ (انڈیا) تک کا سفر بھی کرنا پڑا۔ احباب کی سرد مہری اور دیگر متعدد رکاوٹوں کے باعث جلد دوم کی جمع و ترتیب کا کام تاخیر و تعویق کا شکار ہوتا رہا۔ بہر حال سعیِ پیہم اور تلاشِ بسیار کے بعد جو رسائل دستیاب ہوئے انہیں "مجموعۂ رسائل چاندپوری" کی جلد دوم کی حیثیت سے آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

اب آپ اس جلد میں شامل رسائل کا مختصر تعارف بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

سبیل السداد فی مسئلۃ الاستمداد

غیر اللہ سے مافوق الاسباب مدد چاہنا قطعاً ناجائز و حرام بلکہ شرک ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے اہل بدعت نے اس اجماعی اور متفق علیہ مسئلہ کو بھی تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔ اور متعدد رسائل اس کے جائز ہونے کو ثابت کرنے کے لئے لکھ ڈالے ہیں۔ حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حرمت کو ثابت کرنے کے لئے یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے اور حق یہ ہے کہ اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس رسالہ کی خوبیوں کا ادراک تو اہل علم کو مطالعہ کے بعد ہی ہوگا۔ مختصراً یہ کہ اہل بدعت کے تمام اہم استدلالات کا جواب بھی اس میں آگیا ہے۔ نیز اپنے مؤقف کا اثبات بھی ان بزرگان دین کے کلام سے کیا ہے جنہیں اہل بدعت اس مسئلہ میں اپنا ہمنوا قرار دیتے ہیں۔

توضیح المراد لمن تخبط فی مسئلۃ الاستمداد

اہل بدعت کے ایک عالم مولوی ریاست علی خان صاحب نے حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن شاہ صاحب چاندپوری رحمہ اللہ کے رسالہ "سبیل السداد" کا جواب لکھا۔ مولانا مرتضیٰ حسن شاہ صاحب نے اپنے رسالہ میں "استمداد بالغیر" کی چار صورتیں قرار دے کر فرمایا تھا کہ پہلی صورت بالاتفاق ناجائز و حرام ہے۔ دوسری، تیسری بالاتفاق جائز ہیں۔ اور چوتھی صورت میں اختلاف ہے۔ اہل بدعت جائز قرار دیتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک یہ صورت نہ صرف حرام بلکہ شرک ہے۔ مولوی ریاست علی خان صاحب نے اپنے جوابی رسالہ

میں یہ تسلیم کرلیا کہ چوتھی صورت ہمارے نزدیک بھی شرک ہے۔ حضرت مولانا چاندپوری رح نے جواب الجواب کے طور پر یہ رسالہ "توضیح المراد" تالیف فرمایا۔ اور علماء اہل بدعت کی متعدد عبارات سے ثابت کیا کہ وہ چوتھی صورت کے جواز کے قائل ہیں۔ اور مولوی ریاست علی خان صاحب نے اس کو کفر و شرک قرار دے کر اپنے اہل بدعت برادران پر کفر کا فتویٰ لگادیا ہے۔ نیز مولانا نے ثابت فرمایا ہے کہ "تقویۃ الایمان" میں جس "استمداد بالغیر" کو ناجائز و شرک کہا گیا ہے وہ اسی چوتھی ہی صورت ہے جسکے شرک ہونے کو اب مولوی ریاست علی خانصاحب نے بھی تسلیم کرلیا ہے۔

السحاب المدرار فی توضیح اقوال الاخیار

احمد رضاخان صاحب نے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہم کی جن تحریرات پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا، اس رسالہ میں ان کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے اور انتہائی سنجیدگی اور متانت سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ تمام عبارات اپنے مفہوم میں بالکل واضح اور بے غبار ہیں اور کسی بھی پہلو سے انکے قائلین کی تکفیر درست نہیں ہے۔

اعلان لدفع البغی و الطغیان

حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن شاہ صاحب رحمہ اللہ نے احمد رضاخان صاحب سے بارہا یہ مطالبہ کیا کہ وہ رسائل جن کو آپ لاجواب سمجھتے ہیں ہمیں ارسال کریں تاکہ ہم ان کا جواب دیں۔ مگر احمد رضاخان صاحب نے بار بار کے تقاضے کے باوجود اپنے رسائل حضرت مولانا چاندپوری مرحوم کو ارسال نہ کئے۔ اس لئے حضرت مولانا نے یہ "اعلان" شائع فرمایا کہ یا وہ اپنے رسائل بھیجو یا آئندہ اس قسم کی بات نہ لکھنا کہ ہمارا فلاں رسالہ لاجواب رہا۔ اگر لاجواب رسائل دیکھنے کا شوق ہو تو "ردالتکفیر" "احدی القسعۃ والتسعین" وغیرہ کو دیکھو۔ یہ "اعلان" "السحاب المدرار" کے بعض ایڈیشنوں کے ساتھ طبع ہوا تھا۔

بئس المہاد لمن تخلف المیعاد

انقلافی امور پر احمد رضا خان صاحب کے ساتھ بالمشافہہ گفتگو کرنے سے متعلق فریقین کے نمائندوں کے درمیان ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں دار العلوم دیوبند کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر ایک معاہدہ طے پایا تھا جس پر بڑے بڑے لوگوں نے بطور گواہ دستخط ثبت کئے تھے۔ لیکن احمد رضا خان صاحب نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آمنے سامنے بات کرنے سے فرار اختیار کر لیا۔ رسالۂ ہذا میں اس معاہدہ کی مکمل روداد اور احمد رضا خان صاحب کے فرار کا تفصیلی بیان درج ہے۔

الطامۃ الکبریٰ علی من کذب وتولیٰ

اس رسالہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ احمد رضا خان صاحب کو بارہا مناظرہ کی دعوت دی گئی لیکن وہ بالکل اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ بلکہ ہمیشہ فرار وگریز ہی کے دامنِ عافیت میں جاکر پناہ حاصل کی۔

الطین اللازب علی الاسود الکاذب

اس رسالہ میں اہلِ حق کی اس فتح کا ذکر ہے جو اہلِ حق کو "بریلی" میں ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ / نومبر ۱۹۱۰ء کو احمد رضا خان صاحب اور ان کے اتباع کے مقابلہ میں حاصل ہوئی۔ اور خان صاحب نے عملاً "ردّ التکفیر" اور "انصاف البری" وغیرہ کتابوں کا لاجواب ہونا تسلیم کر لیا۔

ردّ التکفیر علی الفحاش الشنظیر

اس رسالہ میں احمد رضا خان صاحب کے فتویٰ "حسام الحرمین" اور ان ہی کے مسلمات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جیسے خان صاحب نے اپنے تمام مخالفین کی تکفیر کی ہے اسی طرح انہوں نے اپنی اور اپنے تمام معتقدین کی بھی ایسی ہی تکفیر کر دی ہے کہ اگر کوئی شخص احمد رضا خان صاحب کو مسلمان سمجھے یا ان کے کفر میں شک، تردد یا توقف کرے

تو وہ بھی خان صاحب بریلوی کے فتویٰ کی رو سے کافر و مرتد قرار پائے گا۔

شکوہ الحادؒ

اس رسالہ میں رضا خانیوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ احمد رضا خان صاحب کا مسلمان ہونا ثابت کریں۔ اور ساتھ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ اس معقول مطالبہ کو پورا کرنے کی بجائے رضا خانی حضرات اس کو سنتے ہی سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ جب وہ دوسروں سے اپنا اسلام ثابت کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں تو اگر کوئی دوسرا یہی مطالبہ ان سے کرتا ہے تو انہیں آگ بگولا ہونے کی بجائے اپنا اسلام ثابت کرنا چاہیئے۔ جبکہ علماء اہلسنت والجماعت دیوبند نے تقریرًا تحریرًا ہر طرح اپنا اسلام ثابت کر دیا ہے اور ان کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات بھی دے دیئے ہیں، مناظرہ کے لئے بار ہا احمد رضا خان صاحب کو دعوت دی لیکن وہ ہر بار فرار اختیار کر جاتے ہیں۔ نیز اس رسالہ میں احمد رضا خان صاحب کے تیس ۳۰ ایسے کفریہ عقائد بیان کیے گئے ہیں جو دنیا میں کسی کافر اصلی کے بھی نہیں ہوں گے۔

نار الغضا فی جوانح الرضا

یہ رسالہ احمد رضا خان صاحب کے رسالہ "الجاث آخرہ" کا جواب ہے۔

قطع الوتین ممن تقول علی الصالحین

احمد رضا خان صاحب نے "حسام الحرمین" میں اکابر علماء اہلسنت دیوبند کی تکفیر، جن عبارات کی بنیاد پر کی تھی، ان عبارات کی توضیح حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن شاہ صاحبؒ نے اس رسالہ میں کر دی ہے۔ جس سے خانصاحب بریلوی کے تمام اعتراضات کی جڑ کٹ گئی۔ اور یہ ثابت ہو گیا کہ ان مضامینِ کفریہ کی، ان کی طرف نسبت قطعًا غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور علماءِ اہلسنت دیوبند ان عقائد کفریہ سے بالکل بری اور پاک ہیں۔

التسہیل علی الجعیل

احمد رضا خان صاحب نے ایک چھوٹا سا رسالہ " سیف العرفان " نامی " عرفان علی بیل پوری " کے نام سے شائع کرایا تھا۔ یہ رسالہ اسی " سیف العرفان " کا جواب ہے۔ نیز " نو ہزاری اشتہار " کے جواب سے بریلویوں کے عجز کو مفصلاً بیان کیا گیا ہے۔ یہ " نو ہزاری اشتہار " حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن شاہ صاحب چاندپوری رحمہ اللہ نے مرتب فرما کر شائع کیا تھا۔

الکفر المتبیّن فی الصّریح المتعین

حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے متعدد رسائل میں احمد رضا خان صاحب کو ان کے اپنے فتوے کی رو سے کافر قرار دیا تھا اور اس کی بنیاد اس امر کو بنایا تھا کہ خان صاحب نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد صریح کفروں کا قائل قرار دینے کے باوجود ان کی تکفیر نہیں کی۔ اور کافر کو کافر قرار نہ دینا بھی کفر ہے۔ بریلویوں نے اس کفر سے اپنی برأت ثابت کرنے کے لئے کبھی تو فقہا۔ اور متکلمین کے اختلاف کا سہارا لیا اور کبھی " صریح " کی دو قسمیں " صریح متعیّن " اور " صریح متبیّن " بیان کر کے اس کفر سے بچنے کی کوشش کی۔ حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن شاہ صاحب رح نے بریلویوں کے اس قسم کے تمام ہتھکنڈوں کا اس رسالہ میں مکمل قلع قمع کر کے رکھ دیا ہے۔

کوکب الیمانین علی الجعلان والخراطین

" بالاساتھ " کے جلسہ منعقدہ ۵، ۶، ۷، جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ / مئی ۱۹۱۱ء کی مختصر روداد، اور " پوکھریرا " کے تحریری مناظرہ کی تفصیل اس رسالہ میں درج ہے۔ حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن شاہ صاحب چاندپوری ؒ اور دیگر علماء اہلسنت دیوبند کثرہم اللہ تعالیٰ سواد ہم کے مقابلہ سے اٹھارہ ضلعوں کے رضاخانی علماء کا فرار تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

بریلوی کا نادان دوست

حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن شاہ صاحب چاندپوری رحمہ اللہ نے ایک رسالہ " چپ شاہ بریلوی گرفتار " کے نام سے لکھا تھا۔ جس میں انہوں نے تحریر فرمایا تھا کہ ہم احمد رضا خان صاحب کا کفر ستتر ہزار بلکہ ستتر لاکھ بلکہ غیر متناہی وجوہ سے انہی کے فتوے سے ثابت کر سکتے ہیں۔ اس رسالہ کا جواب ایک رضاخانی مولوی نے " الجواب المستحسن " کے نام سے لکھا۔ یہ رسالہ " بریلوی کا نادان دوست " " الجواب المستحسن " ہی کا جواب ہے۔

غَلَبَۃُ الحق

احمد رضا خان صاحب کا ایک مرید " خلیفہ یقین الدین مہرکن " ہزاری باغ " میں " مہرکنی " کے کام کی غرض سے وارد ہوا، لیکن اس نے خفیہ طور پر لوگوں کو امور بدعت کیطرف مائل کرنا اور علماء حق کے خلاف زہر گھولنا شروع کر دیا جس کے باعث نوبت مناظرہ و مجادلہ تک پہنچی۔ اسی دوران " خلیفہ یقین الدین مہرکن " اور اہل حق کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا۔ کہ خلیفہ صاحب، احمد رضا خان صاحب یا ان کے کسی ایسے معتمد علیہ عالم کو بلائیں جس کی ہار جیت احمد رضا خان صاحب کی ہار جیت ہو، اور اہل حق دیوبند سے کسی عالم کو بلالیں، اور فریقین کے درمیان مناظرہ سے معاملہ طے ہو جائے۔ اہل حق نے دارالعلوم دیوبند خط لکھا، تو حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن شاہ صاحب چاندپوری رحمہ اللہ کا خط آمادگی مناظرہ کا آگیا۔ لیکن خانصاحب کے مرید خاص، احمد رضا خان صاحب یا ان کے کسی معتمد علیہ عالم کو مناظرہ پہ آمادہ نہ کر سکے۔ جس کے باعث ان کو " ہزاری باغ " سے بھاگ جانے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ اس رسالہ میں اس واقعہ کو بڑی تفصیل اور بڑے دلچسپ انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔

فصل الخطاب

احمد رضا خان صاحب اور ان کے اتباع نے مکہ مکرمہ سے اپنے کسی آدمی سے علماء اہلسنت دیوبند کے خلاف ایک خط منگوا کر شائع کیا تھا۔ یہ رسالہ

اسی فرمائشی خط کا جواب ہے۔

نعیم الدین

یکم رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۲، مئی ۱۹۸۵ء

سبیل السداد
فی
مسئلۃ الاستمداد

تالیف

رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری
ناظم تعلیمات و شعبۂ تبلیغ دار العلوم دیوبند
خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

انجمنِ دعوتِ اہلسنّت وجماعت

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

مسئلہ استمداد بغیر اللہ تعالٰی ایک مدت سے معرکۃ الآراء ہے اور جانبین سے متعدد رسائل تحریر کیے گئے۔ مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی کے تو اس مسئلہ کے متعلق متعدد رسائل ہیں بجناب مولوی کرامت اللہ خانصاحب دہلوی نے بھی "کرامات امداد اللہ فی الاستمداد من اولیاء اللہ" تحریر فرمایا۔ اور مولوی ریاست علی خانصاحب شاہجہانپوری نے بھی "فصل الخطاب" میں اس کو ثابت فرمایا ہے۔

الحمد لوجہہ تعالٰی کہ رسالہ

سبیل السداد فی مسئلۃ الاستمداد

ایسا عجیب و غریب و لاجواب رسالہ

ہوا ہے کہ تمام رسائل کا جو اس مسئلہ میں لکھے گئے ہیں کافی و شافی جواب ہونے کے علاوہ بڑی خوبی یہ ہے کہ انہیں اکابر کے کلام سے جواب دیا گیا ہے جو استعانت واستمداد بالغیر کے قائل سمجھے جاتے تھے اور مجوزین بھی انہیں کے کلام سے استدلال فرماتے تھے۔ گویا اس رسالہ کو فریقین کا متفق علیہا کہا جائے تو بجا ہے۔ فریقین اس کتاب کو نہایت اطمینان سے ملاحظہ فرمائیں۔ امید ہے کہ طالبانِ حق کی تو تسلی خدا چاہے ضرور ہی ہو جائے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتا آمدہ دہلی منجانب جناب مولوی کرامت اللہ خان صاحب دہلوی

حامداً ومصلیاً ومسلماً

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے
استمداد از اولیاء اللہ درست اور جائز ہے۔ حیاً و میتاً بایں طور کہ اولیاء کو مظہر عون
الٰہی سمجھے کہ بالذات خداوند تعالیٰ مدد فرماتا ہے۔ اور اولیاء سبب ظاہری ہیں، مثل
طبیب و دوا برائے شفائے مریض و مثل حکام و اقرباء برائے دفع دشمن و غذا برائے
دفع گرسنگی و آب برائے تشنگی وغیرہ وغیرہ کہ مؤثر حقیقی ذات پاک جناب باری
عز اسمہ ہے و دیگر اسباب ظاہریہ ہیں بطور مجاز اور حسن حسین و علم عالم وجود سخی و
سمع سمیع و بصر بصیر ہمہ مستعار اس کی صفات سے ہیں ایسا ہی عون اولیاء اللہ اسی
کی عون کا عکس ہے پس حقیقتاً استعانت و استمداد اسی کی ذات پاک سے ہے

اگرچہ ظاہراً منہ طرف سبب کے ہے اگر اسی سبب کو مستقل بالذات جان لے کفر ہے۔ اور اگر اسی پردہ میں اُس ذات مطلقہ سے طلب کرے تو عین ایمان اور اگر صورت مشخصہ سے طلب استقلالاً تو شرک، اور نیز اپنے اس عقیدہ پر زید عبارات کثیرہ عن مشائخ و محدثین و مفسرین پیش کرتا ہے۔ جن عبارات سے مصرح زید کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے اور زید کہتا ہے اگر اس استمداد کو شرک و کفر کہا جائے گا تو معاذ اللہ جملہ اکابر و اولیاء اللہ و صوفیائے کرام کو مشرک کہنا پڑے گا، جن کی تکفیر سے اس کہنے والے اور اس کے ہم عقیدوں پر کفر عائد ہوگا۔ زید کہتا ہے میں سب کو کفر سے بچاتا ہوں ان تکفیر کا اثر بہت دور پہنچے گا۔ مولینا شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبد العزیز صاحب، و شاہ رفیع الدین صاحب، و قاضی ثناء اللہ و مجدد الف ثانی و شیخ محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم کو مشرک کہنا ہوگا اور جس جگہ استعانت بالغیر کی ممانعت ہے وہی استقلالاً ہے پس توفیق بین القولین ہوگئی اور علاوہ اقوال علماء کے کثیر آیات و احادیث صحیحہ پیش کرتا ہے اگر عوام کالانعام کا انتظام مقصود ہے تو وہی امر یقینی تکفیر اپنے پر لینا کیسی بے عقلی ہے اور عمرو اس کے جواب میں کہتا ہے کہ قول زید مطلق باطل ہے اور استمداد اولیاء اللہ سے مطلق ناجائز ہے جو اس کا قائل وہ مشرک اور کافر ہے اور عمرو جو آیات و احادیث درباره عبده اصنام وارد ہیں اور بت پرستوں کے رد میں نازل ہوئی ہیں اُن کو اس عقیدہ والوں پر ڈھاتا ہے اب علمائے اہل انصاف سے جو حق پسند ہیں اور ظاہر و باطن کے جامع ہیں اس قدر استفسار ہے کہ قول زید صحیح یا قول عمرو مفصل جواب ارشاد فرماویں یا مجمل جزاکم اللہ خیر الجزا

یافتّاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ومنہ الوصول الی الصواب

ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ ان کل من فی السمٰوٰت والارض الا اٰتی الرحمن عبدا لقد احصٰھم وعدھم عدا وکلھم اٰتیہ یوم القیامۃ فردا یا من بیدہ ملکوت کل شی وھو یجیر ولا یجار علیہ۔ اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذا الجد منک الجد نبتغی الیک الوسیلۃ لنیل الفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ باقوی الذریعۃ بدر النبوۃ وشمس الرسالۃ سیدنا ومولانا محمد سید الاولین والاٰخرین علیہ وعلی اٰلہ واصحابہ واتباعہ وجمیع الانبیاء والاولیاء الی یوم الدین من الصلوٰۃ اکملھا والتحیات افضلھا والتسلیمات احسنھا کما تحب وترضی ویحب ویرضی ونحب ونرضی لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک

اما بعد گو اس رسالہ "سبیل السداد فی مسئلۃ الاستمداد" کے محرک مولوی کرامت اللہ خان صاحب دہلوی مستفتی ومؤلف رسالہ کرامات امداد اللہ فی الاستمداد من اولیاء اللہ ہوئے لیکن چونکہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی مؤلف رسالہ برکات الامداد لاہل

استمداد وانہار الانوار من یم صلوۃ الاسرار وانوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ والاہلال لفیض الاولیاء بعد الوصال والامن والعلی لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء و سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الورٰے) نے اور مولوی ریاست علی خان صاحب شاہجہانپوری (مؤلف رسالہ فصل الخطاب فی متبعی عبدالوہاب) نے بھی رسائل مذکورہ میں استقلالاً و استطراداً مسئلہ مذکورہ کا جواز اور بعض نے جواز سے بڑھ کر استمداد من غیر اللہ تعالیٰ کا عقائد اہل سنت والجماعت سے ہونا بھی ثابت کیا ہے گو بعض رسائل کی زیارت ہم کو نصیب نہیں ہوئی مگر چونکہ مضامین سب کے مشترک بلکہ تقریباً متحدہ ہیں۔ اس وجہ سے یہ تحریر ان سب رسائل کی انشاء اللہ تعالیٰ جواب شافی ہے لہذا خوانین ثلاثہ کی خدمت عالیہ میں بالخصوص بکمال ادب عرض ہے کہ اس رسالہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور سب وشتم سے معاف رکھ کر مہذب جواب عنایت فرمائیں تب انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کو لطف آئے گا اور حق روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔ ورنہ جواب نہ دینے کی صورت میں یہ اُمید ہو گی کہ خوانین ثلاثہ نے بھی اس ہماری عرض کو قبول فرمالیا۔

اور جملہ اہل اسلام سے بالعموم عرض ہے کہ اس مختصر تحریر کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں، واللہ تعالیٰ ہو الموفق للصواب وہو المستعان فی کل باب والیہ المرجع والیہ المآب۔

اولیائے کرام کی محبت اور انکے اقوال و افعال کی اتباع کا طریقہ

اولیائے کرام و صوفیائے عظام کو مشرک و کافر کہنا معاذاللہ تعالٰے بددینوں اور
گمراہوں کا کام ہے، جس قدر بھی اولیائے کرام گذرے ہیں وہ سب ہمارے مقتدا و
پیشوا ہیں اُن کی محبّت ذریعہ نجات ہے۔ جس شخص کی ولایت ثابت ہے اس کا قول
و فعل اور عقیدہ خلافِ شرع نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی فعل یا قول بمقتضائے بشریت خلاف
ہو بھی جاوے تو اس سے فوراً وہ حضرات بعد علم کے توبہ کرتے ہیں اور عقیدہ کا خلاف
اسلام ہونا یہ تو اولیاء اللہ تعالٰے سے محال ہے۔ جو مسلمان ہی نہیں وہ ولی کیسے ہو سکتا
ہے۔ تو اب دو امر کی تحقیق لازم ہے ایک تو یہ کہ فلاں شخص واقعی ولی ہے یا نہیں دوسرا
یہ قول یا فعل واقعی اُس ولی سے سرزد بھی ہوا ہے یا نہیں اگر کسی مسلّم ولی کی طرف ایسا قول
منسوب کیا جاوے جو خلاف شرع ہے تو ہم پر لازم ہے کہ اُس قول کی نفی کریں اور
اگر وہ فعل یا قول معتبر ذریعہ سے ثابت ہو جائے تو اُس کی کوئی تاویل ایسی کرنی چاہیئے
جو اُن کی شان کے مناسب ہو اور شرع شریف کے خلاف نہ ہو یہی وجہ ہے کہ
بعض حضرات سے جو کلمات شطحیہ صادر ہوئے ہیں علماء نے اُن کی بھی تاویل فرمائی
اور صحیح اور موافق شرع کے معنے بیان کیے اور یہی فرمایا کہ کلام کا کلمۂ کفر ہونا اور بات
ہے اور قائل پر حکم کفر جاری کرنا امر آخر ہے ؎

کفر گیرد کاملے ملّت شود
ہر چہ گیرد علّتی علّت شود

اکابر کے بعض اقوال جو بظاہر خلاف ہیں انکی تاویل ضرور ہے

مگر یہ ہرگز جائز نہیں کہ اگر کسی بزرگ اور ولی کی طرف کوئی فعل یا قول خلاف شرع منسوب ہو تو نہ ولی کی ولایت کی تحقیق کی جائے نہ صحت روایت کی تفتیش نہ اس کے معنی صحیح پیدا کیے جائیں جو شریعت کے موافق ہوں بلکہ اُس امر خلاف شرع ہی کو موافق شرع کے بنانے کی کوشش کی جائے اور عام اہل اسلام کو اُس کی اجازت دی جائے۔

بعد ثبوت ولایت ولی وصحت روایت، اولیاء کے دامن تقدس کو خلاف شرع سے بچانا ضروری ہے جو تاویل حسن سے بطریق احسن حاصل ہے پھر شریعت کے حکم مستحکم کے بدلنے کی فکر کیوں کی جائے۔

اگر کوئی شخص ایک تولہ سنکھیا کھا کر نہ مرے تو یہ کہنا چاہیئے کہ اس کے پاس ضرور کوئی تریاق موجود ہے یا تھوڑی دیر میں ملک عدم کو سفر کرنے والا ہے نہ کہ سنکھیئے کو زہر ہی نہ کہا جائے اور سب کو ایک ایک تولہ سنکھیا کھانے کی اجازت دی جائے سنکھیا زہر ہے اور ضرور زہر ہے اُس کا کھانا جان کو تلف کرتا ہے اُس شخص کا نہ مرنا کسی خاص سبب سے ہے جس کا حکم عام نہیں ہو سکتا اس قاعدہ کو ہمیشہ مدِ نظر رکھنا چاہیئے۔

مئی پلا کر ساقیان سامری فن آپ ہیں!
کرتے ہیں جادو سے اپنے آگ روشن آب میں

یہ سوال گو ظاہر میں ایک سچا اور سیدھا سا نظر آتا ہے جس کو عوام بلکہ اکثر نام

کے خواص بھی سرسری نظر میں سوال محض سے زیادہ کچھ نہ سمجھیں گے مگر ہم سے سُنیئے اور اہل فہم سے پوچھ لیجئے کہ سائل علامہ کا قال بزبان حال کہہ رہا ہے کہ اُنہوں نے اپنے خیال میں آسمان کے ستارے توڑنے میں کسر باقی نہیں چھوڑی اور دن کو رات اور رات کو دن بنانے میں کچھ اپنی دانست میں کمی ہرگز باقی نہیں رکھی اس میں شک نہیں کہ سائل علامہ نے بڑی غور و فکر کے بعد اقوال اکابر سے اخذ و مسخ کر کے سوال کا ایسا پیرایہ اختیار کیا ہے کہ ان کو یقین ہے کہ ہر کہ و مہ زید کی موافقت پر مجبور ہو گا اور مخموران عظمت الٰہی اور محبّان اولیاء اللہ جو عقائد الٰہیہ میں ہوا جس نفسانی سے نفور اور محبّت اولیاء اللہ میں وساوس شیطانی سے دُور ہیں اوّل تو سکوت کریں گے اور اس بارہ میں قلم اُٹھانے سے ڈریں گے اور اگر کسی نے قلم اُٹھایا اور زید کا کچھ بھی خلاف کیا تو ہر طرف سے کفر کے فوارے اس پر اس قدر برسیں گے کہ ہوش بھی لینے نہ دیں گے۔ تماشا قابل دید تو یہ ہے کہ حضرت سائل خوشی میں آکر قول زید کی تحسین و تصدیق کیے بدون نہ رہ سکے جو سائل کا ہرگز منصب نہ تھا حتّیٰ کہ قول زید کو آیات و احادیث و اقوال اولیاء کے موافق بتلاتے ہیں اور اس پر تطبیق بین القولین کا حکم لگاتے ہیں ہر چند یہ تطبیق کہ جس پر سائل علامہ کو بہت کچھ ناز ہے حتیٰ کہ اہل حق کو اس کے جواب سے عاجز اور اُس کے تسلیم پر مجبور خیال کرتے ہیں کوئی نئی اس زمانہ کی ایجاد کردہ تطبیق ہرگز نہیں۔ اہل فہم جانتے ہیں کہ یہ تو وہی مضمون ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفا فرمودۂ قرآنی ہے جس کو سلف ضالین ایسی ہی مواقع میں پیش کیا کرتے تھے مگر ہم صرف اتنی ہی بات سے خوش ہیں کہ سائل علامہ کو اس طرف توجہ تو ہوئی اور تطبیق بین الاقوال کی اس انہماک فی البدعات میں مہلت تو ملی گو تطبیق مذکور تعارض سے بھی بدتر ہے اور

وہی یکطرفہ کاروائی اس تطبیق مزخرف سے بہتر تھی۔ ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی

تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

خیر اب سنبھل بیٹھئے اور ہماری معروضات کو غور سے سن لیجئے۔

مسئلہ استمداد میں اکابر مختلف نہیں

اس کے بعد عرض ہے کہ استعانت اور استمداد بغیر اللہ تعالےٰ کی چند صورتیں ہیں بعض کا جواز متفق علیہ بعض کا عدم جواز بعض مختلف فیہا۔ لیکن بغور ملاحظہ فرمایا جائے تو سلف میں اختلاف بالکل نہیں معلوم ہوتا جو صورتیں جواز کی ہیں ان کے جواز میں سب متفق اور جو عدم جواز کی صورتیں ہیں، اُن کے عدم جواز میں اختلاف نہیں، ہاں یہ مسئلہ ایک زمانہ سے معرکۃ الآراء ہوگیا ہے اور صوفیائے کرام اور علماء ذوی الاحترام میں اختلاف بتلایا جاتا ہے اس وجہ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جواب ایسے علماء کی عبارات سے مستفاد ہو جو شریعت اور طریقت کے جامع اور مسلّم بین الفریقین ہوں اور جن کی شان یہ ہو ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

بلکہ حضرات مجوزین استعانت و استمداد بالغیر اُن کے کلام سے استدلالات بھی فرماتے ہوں اور وہ خود بھی استعانت و استمداد بالغیر کے قائل سمجھے

جاتے ہوں۔

(1) استمداد کی پہلی صورت بالاتفاق ناجائز

استمداد و استعانت بالغیر کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کسی غیر اللہ تعالیٰ کو چاہے وہ کوئی کیوں نہ ہو کسی امر خاص یا جملہ امور عادیہ جو عادتاً طاقت بشریت میں داخل ہوں یا غیر عادیہ جو عادتاً طاقت بشریہ سے خارج ہوں ہمیشہ اور ہر وقت یا کسی خاص وقت میں بغیر اعطائے الٰہی قادر بالذات سمجھے اور اُس سے امر مقدور میں استعانت واستمداد چاہے یہ استعانت بالاتفاق جمیع اُمت بہر صورت شرک اور کفر تحقیقی کا فرد ہے جس کا زید بھی معترف ہے۔

(2) استمداد کی دوسری صورت بالاتفاق جائز

دوسری صورت اوّل صورت کے بالکل برعکس ہے یعنی غیر اللہ تعالےٰ کو چاہے وہ کوئی بھی ہو کسی امر جزئی یا کلی کا قادر بالذات بغیر عطائے الٰہی کے نہ سمجھے بلکہ قادر حقیقی اُسی کو جانے اُس کے بعد استعانت واستمداد ایسے امور میں ہو جو عادیہ ہیں، اور عادتاً بحسب جری الاسباب بندہ کو ان کا فاعل اور مختار کہا جاتا ہو اور شرع میں وہ فعل بندہ ہی کی طرف منسوب ہوتا ہو اور خارج از طاقت بشریہ نہ ہو اور جس سے استعانت کی گئی ہے اہل اسلام تو درکنار مشرکین کے وہم میں بھی اُس کے استقلال کا توہم نہ ہو یہ استعانت بلاکراہت جائز عوام اور خواص عباداللہ ہی کے لیے نہیں بلکہ انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام سے بھی ثابت ہے اور چونکہ ان کا التفات

محض بجانب حق ہوتا ہے اس وجہ سے عرفان سے بھی بعید نہیں ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام نے غیروں سے استمداد کس صورت میں فرمائی ہے

ایسی استعانت اور استمداد جو امور عادیہ میں ہو جس کو استعانت کہنا بھی ظاہری ہے ورنہ در حقیقت وہ غیر سے استعانت ہی نہیں یا بالفرض اگر کسی مرتبہ میں استعانت بالغیر ہو بھی تو چونکہ شرک کا توہم تک بھی نہیں ہو سکتا لہذا بلا کراہت جائز اور عرفان و توکل اور ایاک نستعین کے مخالف نہیں اس وجہ سے حضرات انبیاء علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام نے بھی غیروں سے اس قسم کی استعانت اور مدد طلب فرمائی ہے۔ جیسے آگ سے استدفاء پانی سے استبراد طبیب سے طلب دوا اور دیگر اسباب عادیہ سے جو طاقت بشریہ کے تحت میں داخل ہیں مسببات کا ارتباط چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں، لیکن[۱] درین جا باید فہمید کہ استعانت از غیر

---

[۱] حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کی اس عبارت میں غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ غیر سے استعانت اس طرح پر کہ اعتماد غیر پر ہو اور غیر کو مظہر عون الٰہی نہ جانے یہ استعانت بالغیر تو مطلقاً حرام اور ممنوع ہے چاہے امور عادیہ میں ہو یا امور غیر عادیہ میں ہو۔ ہاں امور عادیہ میں جو استعانت بالغیر جائز ہے اس میں یہ شرط ہے کہ اعتماد خداوند عالم پر ہو اور غیر کو مظہر عون الٰہی سمجھے اگر امور عادیہ میں بھی اعتماد غیر پر ہو اور اس کو مظہر عون الٰہی نہ جانے تو یہ استعانت بھی حرام ہے،

بوجہ کہ اعتماد بران غیر باشد و او را مظہر عون الٰہی نداند حرام است۔ اگر التفات محض بجانب حق است و او را یکی از مظاہر عون دانستہ و نظر بکارخانہ اسباب، و حکمت او تعالیٰ دران نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و روا است وانبیا و اولیا این نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت این نوع استعانت بغیر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) اور اگر امور غیر عادیہ میں استعانت بالغیر وجہ ثالث کے سوا یعنی صورت رابعہ جو آگے آتی ہے وہ ہو تو اگرچہ مظہر عون الٰہی ہی سمجھ کر استعانت بالغیر کرے مگر چونکہ توہم استقلال غیر کا ہے لہٰذا یہ استعانت بالکل حرام ہوگی۔

حضرات مجوزین استعانت بالغیر کا یہ خیال فرمالینا کہ مظہر عون الٰہی سمجھ کر غیر سے مطلقاً استعانت جائز ہے چاہے امور عادیہ میں ہو چاہے امور غیر عادیہ میں قلت تدبر پر دال ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ ان حضرات کا منشائے غلطی ہی ایسی عبارات ہوئی ہیں تو عجیب نہیں ہے۔ کیونکہ امور عادیہ میں غیر کو مظہر عون الٰہی نہ سمجھے گا تو استقلال بالذات لازم آئے گا جو قطعاً حرام اور شرک اور بالاتفاق کفر ہے چونکہ امور عادیہ میں اسباب کا اسباب ہونا قطعاً ثابت ہے اور تسبیب بھی من اللہ تعالےٰ ہے اور کارخانہ عالم میں اسباب اور مسببات کا مرتبط ہونا ظاہر بلکہ ارتکاب اسباب مامور بلکہ بعض اوقات میں فرض ہے تو یہ استعانت بالغیر شریعت میں جائز بشرطیکہ اعتماد باری تعالےٰ پر ہو اور غیر کو مظہر عون الٰہی سمجھے۔ اور امور غیر عادیہ میں اگرچہ غیر کو مظہر عون الٰہی ہی سمجھے اور اس کا تسبب من اللہ تعالےٰ ہی جانے اور اس استعانت کو استعانت من اللہ تعالےٰ ہی سمجھے مگر چونکہ اول تو اُن کا اسباب ہونا ثابت نہیں اور اگر ثابت بھی ہو تو دائمی نہیں اور دائمی بھی ہو تو قطعاً نہیں اور اگر قطعاً بھی ہو تو چونکہ توہم استقلال کیا بلکہ عزم اور قطع اور یقین استقلال کا ہے جو بعینہ عقیدہ مشرک کا تھا اور ہے لہٰذا یہ صورت

نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لا غیر ۱۲ تفسیر عزیزی

ترجمہ: لیکن اس جگہ ایک امر جاننا چاہیئے وہ یہ ہے کہ مطلق استعانت غیر سے حرام نہیں بلکہ اس طرح حرام ہے کہ استعانت کرنے والا اس شخص پر بھروسہ کرے اور یہ نہ سمجھے کہ حاجت روا خدا ہے اور یہ شخص سبب ظاہری ہے اور اگر ایسا اعتقاد کر کے استعانت ساتھ غیر کے کرے اور اس غیر کو مظہر عون الٰہی سمجھے سو ایسی استعانت شرع میں جائز اور روا ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء نے بھی اسی طرح کی استعانت ساتھ غیر کے کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳) شرک اور حرام کا فرد ضرور ہوگی، صورت اولیٰ گو جائز تھی مگر بظاہر عرفان کے خلاف معلوم ہوتی تھی تو اس وجہ سے شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ امور عادیہ میں غیر کو مظہر عون الٰہی جانے اور نظر بکارخانہ اسباب و حکمت باری تعالیٰ رکھکر غیر سے استعانت ہو لیکن التفات محض بجانب حق ہو اور غیر اللہ تعالیٰ کی طرف بالکل التفات نہ ہو گو ظاہر میں استعانت بالغیر اس کو کہا جائے چونکہ ظاہر میں غیر ہی سے استعانت ہو رہی ہے لیکن چونکہ التفات محض بجانب حق ہے اور ارتکاب اسباب محض بوجہ امتثال امر ہے اس وجہ سے اس کو استعانت بالغیر کہنا بھی ظاہر ہی میں ہے ورنہ جب غیر کی طرف التفات ہی نہیں تو غیر سے حقیقت میں استعانت ہی کیا ہوئی لہٰذا یہ استعانت بالغیر جائز تو ہے ہی، عرفان اور معرفت اور قرب ولایت اور نبوت کے بھی خلاف نہیں جیسا کہ بظاہر سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی حکایت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مطلق استعانت بالغیر ہی کو چاہے امور عادیہ ہی میں کیوں نہ ہو دراُس کیفیت خاصہ میں جو اُن پر طاری تھی ایاک نستعین کے خلاف خیال فرماتے تھے۔

الحاصل اس عبارت سے یہ دھوکہ ہرگز نہ کھانا چاہیئے کہ مظہر عون الٰہی جان کر غیر اللہ تعالیٰ سے

ہے اور حقیقت میں ایسی استعانت، استعانت بالغیر نہیں بلکہ استعانت خدا کے ساتھ ہے۔

پھر دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"یا استعانت بچیزیست کہ توہم استقلال آن چیز در وہم وفہم ہیچ از مشرکین و موحدین نمی گذارد مثل استعانت بمحبوب وغلات در دفع گرسنگی و استعانت بآب وشربت ہا در دفع تشنگی و استعانت برائے راحت بسایۂ درخت وما نند آن و در دفع مرض بادویہ وعقاقیر و در تعیین وجہ معاش بامیر و بادشاہ کہ در حقیقت معاوضہ خدمت بمال است و موجب تذلل نیست یا باطبائ و معالج کہ بسبب تجربہ واطلاع از انہا طلب مشورہ است و استقلال متوہم نمی شود پس این قسم استعانت جائز است زیراکہ این در حقیقت استعانت نیست واگر استعانت است استعانت بخدا است ۱۲ تفسیر عزیزی

ترجمہ: اور یا استعانت ساتھ ایسی چیز کے ہے کہ توہم استقلال اُس چیز کا وہم اور فہم میں کسی شخص کے خواہ مشرک ہو خواہ موحد نہیں گذرتا ہے جیسا کہ استعانت واسطے راحت کے نیچے سایہ درخت وغیرہ کے اور استعانت طرف دواؤں اور بوٹیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) مطلقاً امور عادیہ غیر عادیہ میں دائماً استعانت جائز ہے بلکہ مطلب فقط یہ ہے کہ امور عادیہ میں استعانت بالغیر جب جائز ہے کہ اعتماد باری تعالیٰ پر ہو اور غیر کو مظہر عون الٰہی سمجھے اور امور غیر عادیہ کا کیا حال ہے ان کا یہاں ذکر نہیں اس کی نسبت دوسری جگہ فرمادیا کہ جب استعانت بالغیر میں غیر کا توہم استقلال بھی ہو تو شرک ہے کما سیاتی مفصلاً فانتظرہ فلا تعجل وکن من الشاکرین ۱۲ منہ

کے بیچ دور کرنے۔ بیماریوں کے اور استعانت ساتھ بادشاہ یا امیر کے بیچ تعین
وجہ معاش کے کہ حقیقت میں معاوضہ خدمت کا مال کے ساتھ ہے اور موجب تذلل
کا نہیں اور ایسے ہی استعانت ساتھ طبیبوں کے اور علاج کرنے والوں کے کہ بسبب
تجربہ اور زیادتی واقفیت، کے اُن سے طلب مشورہ کی ہے اور استقلال کا وہم نہیں
کیا جاتا پس اس قسم کی استعانت بلاکراہت جائز ہے اس واسطے کہ حقیقت میں
استعانت نہیں۔

امور عادیہ میں استعانت کی تحقیق

اس عبارت سے معلوم ہوگیا کہ جن امور کو باری تعالے نے اسباب ظاہریہ کے
ساتھ مرتبط فرمایا ہے اور وہ اسباب عادتاً طاقت بشریہ کے تحت میں داخل ہیں
اور بحسب جری عادت اللہ تعالے اسباب کے متحقق ہونے کے بعد وہ مسببات
متحقق ہوجاتے ہیں۔ اور کسی شخص سے وجود اسباب کے بعد مسببات کا تحقق نہ
خارج از طاقت البشریہ ہے نہ اس ظاہری فاعل کے تقرب الی اللہ کی دلیل ہوتی ہے
بلکہ جیسے ابرار سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں فجار سے بھی اُن کے برابر بلکہ زیادہ ظہور میں
آتے ہیں اور دنیا کا کارخانہ ہی بظاہر ان اسباب کے ساتھ مربوط ہے ایسے امور
میں استعانت اور طلب مدد چونکہ در حقیقت کسی مرتبہ میں استعانت ہی نہیں اور اگر
کسی مرتبہ میں ہو بھی تو توہم استقلال غیر کا نہیں بھروسہ خدا ہی پر ہوتا ہے اور اُن کو اسباب
سمجھتے ہیں جن کا اسباب ہونا قطعاً بطریق عادت ثابت ہوچکا ہے لہٰذا یہ
عادیہ استعانت واستمداد بھی بلاکراہت جائز اور عوام تو عوام خواص الخاص اولیاء اللہ تعالے

اور انبیاء علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی بتواتر ثابت ہے۔

انبیاء علیہم السلام واولیائے کرام نے جو غیروں سے استعانت فرمائی ہے وہ متنازعہ فیہا نہیں

اس مقام پر یہ نکتہ بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ پہلی عبارت میں جو حضرات انبیاء علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی استعانت اور استمداد کو جائز فرماتے ہیں وہ یہ استعانت و استمداد نہیں جس کو زید جائز کہتا ہے زید کا مدعا یہ ہے کہ عامہ اہل اسلام انبیاء علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیائے کرام سے اپنے حوائج کی مدد چاہیں۔ اور حضرت شاہ صاحب یہ فرماتے ہیں۔

"کہ خود انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام اور اولیائے کرام غیروں سے حوائج بشریہ کی استعانت چاہتے ہیں چونکہ بظاہر ایاک نستعین اس کو مقتضی تھا کہ غیر اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کی استمداد نہ کی جائے حالانکہ حضرات انبیاء علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام سے استمداد و استعانت دوسروں سے امور عادیہ میں ثابت ہے اور یہ طلب مدد منصب ولایت اور نبوت کے خلاف معلوم ہوتی تھی"

چنانچہ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کا قصہ جو حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے پہلے نقل فرمایا ہے وہ بھی اسی کو مقتضی ہے کہ غیر اللہ تعالےٰ سے کسی قسم کی استعانت نہ کی جائے اس وجہ سے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ

نے اس شبہ کو دُور فرمایا ہے کہ یہ استعانت بالغیر جو حضرات انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام نے دوسروں سے فرمائی ہے وہ بلاکراہت جائز ہے اور توکل اور ایاک نستعین کے مخالف نہیں کیونکہ در حقیقت استعانت ہی نہیں ہے اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ کیفیت خاصہ تھی جو ہر وقت نہیں رہتی وہ قابل استدلال نہیں ہے۔

حضرت شاہ صاحب مرحوم کا یہ مطلب نہیں کہ عوام جو استعانت اور استمداد انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام اور اولیائے کرام سے کرتے ہیں وہ بلاکراہت جائز اور ثابت ہے اس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آنے والا ہے۔

(3) استمداد کی تیسری صورت بالاتفاق جائز

تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی نبی علیہ السلام اعجازاً یا ولی علیہ الرحمۃ کرامۃً اپنی ذات کے لیے یا دوسرے کے لیے کسی خاص شخص یا گروہ سے خاص وقت میں کسی خاص امر کی نسبت یوں فرمائے کہ فلاں شخص فلاں وقت میں جو چاہے یا فلاں کام جب چاہے ہم سے یا فلاں ولی سے چاہے گا تو اُس کا مطلب پورا ہو گا یا ہم پورا کر دیں گے (اور یہ اسناد مجازی ہوتی ہے از قبیل انبت الربیع البقل کے) یا کسی شخص نے بدون اجازت و بغیر امر نبی علیہ السلام و ولی علیہ الرحمۃ کے اپنی حالت شوق و بے اختیاری میں بلا قصد سبقت لسانی کے طور پر کسی نبی علیہ السلام یا ولی علیہ الرحمۃ سے استعانت چاہے اور وہ مقدر تھا ہو گیا جس میں نبی اور ولی کو کچھ بھی دخل نہیں بلکہ ممکن ہے کہ اطلاع بھی نہ ہو یا اطلاع بھی ہو اور دخل بھی ہو مگر وہی اعجاز یا کرامت کی صورت ہو یا کسی صاحب کشف

کو معلوم ہوا کہ یہ کام جب ہو گا کہ فلاں نبی علیہ السلام یا ولی علیہ الرحمۃ کی طرف توجہ کی جائے اور اُس میں اس کی ہمّت کی ضرورت اظہاراً لکرامت یا بطریق تسبب ہو گی یا محض اظہار کرامت ہی منظور ہو یا مرید حسب استعداد امور تعلیمیہ میں اپنی شیخ سے استمداد و استعانت حاصل کرے جیسے ظاہری علوم کے تلامذہ اساتذہ سے حاصل کرتے ہیں، ان تمام صورتوں میں استعانت و استمداد طلب کرنے والا اُس نبی اور ولی اور پیر کو محض جارحۃ اللہ تعالےٰ خیال فرمائے سوائے قدرت باری تعالےٰ کے اس کو قادر بالاختیار اور متصرف نہ سمجھے بلکہ جیسے آفتاب سے نور اور پانی سے برودت حاصل ہوتی ہے ویسے ہی وہ حضرات بھی درمیان میں سفیر محض ہوتے ہیں اور چونکہ کرامت اور اعجاز میں امور خارق عادت ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے اُس میں طاقت بشریہ کو دخل نہیں ہوتا وہ فعل اللہ تعالےٰ محض معجزۃً و کرامۃً ہوتا ہے اگر وہ نبی علیہ السلام اور ولی علیہ الرحمۃ سبب بھی ہوتا ہے تو خاص وقت کے لیے پھر یہ بھی نہیں کہ اُن کا سبب ہونا دائمی اور لازمی ہو جیسا کہ آفتاب اور آگ حرارت کے لیے اور پانی برودت کے لیے کہ یہ اسباب عادیہ دائمہ یا اکثریہ ہیں بلکہ وہ ایک خاص وقتی بات ہوتی ہے جو شرائط مخصوصہ کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اُس ولی اور نبی کو بھی اختیار نہیں ہوتا کہ اس کو اُس کے وقت سے یا کیفیت سے یا جن کے لیے ہوا ہے اُس میں کچھ تغیر کر دے یہ صورت بھی جائز اور خاص شخص مستعین اور مستعان بہ و شرائط مخصوصہ کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے اشخاص کے لیے یہ حکم نہیں اور نہ زید و عمرو میں یہ صورت مختلف فیہا۔

یہ استعانت بھی حقیقت میں استعانت نہیں بلکہ صورۃً استعانت ہے چونکہ صورت ثانیہ میں تو مستعان بہ اسباب عادیہ دائمہ یا اکثریہ ہیں تو شائق تھا اور

بشرطِ صحتِ اسباب ، سبب اپنے اسباب سے عادتاً جدا نہ ہوتا تھا اور یہاں تو محض ایک اتفاقی اور بے اختیاری بات ہے نبی علیہ السلام اور ولی علیہ الرحمۃ یا شیخ کامل یا صاحبِ کشف معجزے اور کرامت اور فیضانِ مسترشدین اور کشف تعلقاتِ امور میں کہ کون امر کس بزرگ کی ہمت کے ساتھ وابستہ ہے اسباب با لکلیہ یا اکثریہ بھی نہیں پھر یہ استعانت در حقیقت استعانت ہی کیا ہوئی -

صوفیائے کرام اور اہلِ کشف اکابر سے اگر کہیں استعانت و استمداد ثابت ہے تو بعض صورتیں صورت ثانیہ اور بعض اس تیسری صورت کے افراد میں جو مخصوص ہیں اپنے شرائط اور اوقات اور اشخاص کے ساتھ عام اہلِ اسلام کو اس استعانت کی نہ گنجائش نہ اجازت زید کا ہاتھ کسی کو نہ دے سکتا ہے نہ پیر راستہ چل سکتا ہے زید کے ہاتھ اور پیر سے اعطاء اور مشی کا سوال امر غیر معقول ہے -

ہاں زید کی سخاوت دیکھ کر کوئی مجازاً اُسی کو مخاطب بنائے یا غلبہ حال مجبور کر دے تو جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ سوال زید ہی سے ہے نہ ہاتھ سے اور مخاطب اور متوجہ الیہ حقیقتہً اور معنیً فقط زید ہی ہے زید نہ گوشت پوست نہ مسئول عنہ ہیں نہ ان میں قدرت نہ اُن سے سوال اور استعانت امر معقول سوال اگر ہوگا تو اُسی سے جس کے وہ جارحہ بنے ہوئے ہیں -

(4) استعانت بالغیر کی چوتھی صورت جو مختلف فیہا ہے

چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی غیر اللہ تعالیٰ حیّ یا میت کی نسبت یہ عقیدہ ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا ہے اور قدرت کاملہ تامہ عنایت فرمائی ہے کہ وہ

شخص فلاں خاص شے یا ہر شے جو طاقت بشریہ سے خارج ہے یا مطلقاً طاقت بشریہ سے خارج نہ ہو مگر اس شخص کی طاقت سے باعتبار اسباب عادیہ کے خارج ہو جس کو جس طرح جس وقت، چاہے دے اور جس کو نہ چاہے نہ دے اب وہ بعد عطائے الٰہی مستقل ہے، جیسے آنکھ سے جسے چاہے دیکھے جسے چاہے نہ دیکھے اپنی مملوکہ اشیاء دراہم و دنانیر کو جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے آگ کا جلانا پانی کا ٹھنڈا کرنا، آفتاب کا منور کرنا وغیرہ وغیرہ اسباب سے جیسے اُن کے مسببات عادۃً منفک نہیں ہو سکتے اسی طرح وہ بزرگ بھی جب اس خاص شے یا ہر شے کا کسی کو اعطاء اور دینے کا ارادہ فرمائے تو ملنا ضرور ہے جس وقت کہیں سے کوئی شخص اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا کسی جنگل کوہ بیابان یا آبادی میں ندا کرتا ہے وہ اُس کی توجہ قلبی کو جانتا ہے، اُس کی آواز کو سنتا ہے اور جب خداوند کریم نے اس بزرگ کو یہ قدرت کاملہ عطا فرمائی تو اب سوال کرنا اور دُعا مانگنا بھی اُسی کے ساتھ مخصوص کردیا جائے یا مخصوص نہ ہو مگر چاہے سوال خدا سے بھی کرو لیکن دینے والا وہی غیر ہوگا جیسے حکام ظاہری کے یہاں کوئی خاص کام کسی کے متعلق کردیا جاتا ہے تو اس بارہ میں درخواست اسی کے یہاں دی جاتی ہے اگر حاکم بالادست کے یہاں بھی درخواست دی جائے جس نے وہ اختیارات اُس کو عطا فرمائے تھے تب بھی درخواست اُسی کے یہاں واپس آتی ہے اور یہ حکم ہوتا ہے کہ یہ کام اُسی کے متعلق ہے اس کو وہی کرے گا یا اس قدر تنگی نہ ہو بلکہ دونوں جگہ درخواست لی جائے اور دُعا سُنی جاوے اور دونوں جگہ سے برابر مقصد برآری ہو جیسے ایک امر کو بوجہ کثرت کام کے دو دو حاکموں کے متعلق کردیا جاتا ہے جیسے میلوں کے وقت میں کئی جگہ سے ٹکٹ ملتے ہیں اور کثرت مقدمات کی وجہ سے کئی کئی منصف مقرر ہو

جاتے ہیں، یہی صورت ہے جو زید اور عمرو کے درمیان مختلف فیہا ہے اس میں عمرو کا قول حق اور زید کا باطل ہے یہ استعانت بالغیر کی صورت شرک ہے اور عبدۂ اصنام کا اپنے معبودین باطلہ کے ساتھ یہی اعتقاد تھا کہ خدا کی دی ہوئی قدرت سے وہ ہماری حاجت برآری کرتے ہیں اور اُس میں اُن کو بالکل اختیار تام ہے اب خدا سے مانگنے اور دعا کرنے کی ضرورت نہیں ہمارا سروکار بلاواسطہ انہیں شرکا سے ہے یہ اگر راضی رہیں گے تو ہمارا کام چلے گا ورنہ ان کی ناراضی میں تمام کام برباد ہو جائے گا۔

ويعبدون من دون الله ما لا يضرهم ولا ينفعهم ويقولون هؤلاء شفعائنا عند الله۔

اور بندگی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اُس چیز کی جو اُن کو نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔

اور:

ولئن سألتهم من خلق السموٰت والارض وسخر الشمس والقمر ليقولن الله۔

اور اگر ان سے پوچھئے کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا، اور شمس و قمر کو کس نے مسخر کیا ہے تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

اور:

قل لمن الارض ومن فيها ان كنتم تعلمون سيقولون لله قل افلا تذكرون۔

اُن سے پوچھئے کہ کس کی ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے قریب ہے کہ کہیں گے اللہ کی ہے تو فرمائیے کہ پھر کیوں نصیحت نہیں پکڑتے۔

اور:

قل من رب السموٰت السبع ورب العرش العظیم سیقولون للہ قل افلا تتقون۔

اُن سے پوچھئے کہ سات آسمانوں کا اور عرش عظیم کا پروردگار کون ہے یہ کہیں گے کہ سب اللہ کے ہیں تو کہئے کہ پھر کیوں نہیں تقویٰ کرتے۔

مشرکین کی استعانت آلہۂ باطلہ سے یہی صورت الیعہ تھی جو مجوزین استعانت بالغیر کا اعتقاد ہے

کفار باوجود خدا کی عظمت وجلال کے قائل ہونے کے بھی شرکاء کی عبادت کیوں کرتے تھے یہ وجہ نہ تھی کہ ان کو بغیر اعطائے الٰہی کے کسی امر پر قادر بالذات جانتے تھے۔ بلکہ وہ جو کچھ اُن میں اعتقاد کرتے تھے باعطائے الٰہی جانتے تھے۔ چنانچہ ان کا تلبیہ:

"لبیک لبیک لا شریک لک، لبیک الا شریکاً ہولک تملکہ وما ملک۔"

اس کا شاہد ہے جب سب کا خالق باری تعالیٰ ہی کو تسلیم کرتے تھے تو اُن کی قدرت ذاتی کیسے ہو سکتی تھی یا اس کا اعتقاد کس طرح کر سکتے تھے مگر چونکہ اپنے تمام کاموں کا سروکار انہیں کے ساتھ وابستہ اعتقاد کر رکھا تھا اس بنا پر وہ خدا کی تعظیم نہیں کرتے تھے جتنی اپنے معبودین باطلہ کی نہ خدا سے اس قدر ڈرتے تھے جس قدر اپنے شرکاء سے۔

یہی حال آج کل اہل بدعت کا ہے روافض چاہے خدا کا نام برسوں نہ لیں مگر اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، حاجت اور مشکل کے وقت یا علی یا علی کے نعرے مارتے

ہیں اور اُن کو پورا مشکل کشا سمجھتے ہیں گو یہ ضرور جانتے ہیں کہ اُن کو یہ عہدہ مشکل کشائی کا خدا ہی نے دیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس

اہل بدعت بزرگوں کا ادب و تعظیم ڈر کی وجہ سے کرتے ہیں نہ محبت کی بنا پر

دوسرے اہل بدعت کا حال بھی ظاہر ہے کہ ہزار ہا کام خلاف شرع کریں پرواہ بھی نہیں ہوتی اور اگر کسی بزرگ کے مزار کی طرف سے بے سلام کئے ہوئے گذر جائیں تو سمجھتے ہیں کہ آج ہی گھر میں آگ لگا دیں گے، بیٹا مار دیں گے، تعزیوں اور قبروں پر جس قدر عرضیاں اور خشوع خضوع کے کلمات استعمال ہوتے ہیں خدا سے خشیت اور خوف ظاہر نہیں کیا[1] جاتا وجہ یہ ہی ہے کہ جب بزرگوں کو حاجت روا اور مختار کارخانۂ خداوندی کا عقیدہ کر لیا ہے اور خداوند عالم نے اب اُن کو دی ہوئی قدرت کی وجہ سے مختار کل منتظم امور تکوینیہ کا بنا دیا ہے آرام و تکلیف و رنج و راحت، جنت و دوزخ، کفر و اسلام سب اُنہیں کے اختیار میں ہے تو اب اُن سے جس قدر بھی ڈریں اور خوف کریں بجا ہے۔

اہل شہر جس قدر شہر کے پولیس اور تحصیلدار سے ڈرتے ہیں جنرل اعظم اور وائسرائے

---

[1] یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام اہل بدعت ایسا ہی کرتے ہیں بلکہ اکثر بالخصوص عوام اور غالی۔ کوئی صاحب اپنے اوپر قیاس فرما کر واقع ہی کا انکار نہ فرما دیں ۱۲ منہ

سے خوف نہیں کرتے، یہی عقیدہ مشرکین عرب کا تھا مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفا۔
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کو مستقل بالذات نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُن کے پاس جو
کچھ بھی تھا خداوند عالم کا ہی دیا ہوا عقیدہ رکھتے تھے۔ چنانچہ آیات سابقہ سے ظاہر
ہے کہ اُس کو خالق السموات والارض وغیرہ سمجھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ آڑے وقت،
میں اُسی کو پکارتے اور اُس سے دُعا مانگتے تھے:

واذا رکبوا فی الفلک دعوا	اور جب کشتیوں میں سوار ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہی کو
اللہ مخلصین لہ الدین۔	پکارتے تھے مخلصین لہ الدین ۱۲ منہ

افسوس ہے آج کل کے استعانت، بالاولیا کرنے والوں پر کہ کڑے سے کڑے
اور نہایت ہی مشکل کے وقت، بھی خدا سے استعانت نہیں کرتے بلکہ معاذ اللہ، جب
خداوند عالم کو مجبور جانتے ہیں یا یہ کہ وہ اس کام کو نہ کرے گا تو بزرگوں کی طرف، اور زیادہ
توجہ واستعانت اور استمداد کرتے اور نذور ومنتیں غیر اللہ تعالےٰ کے مانتے ہیں۔

اِس کا مطلب کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ نعوذ باللہ العظیم انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السّلام اور
اولیائے کرام اور بتوں کو برابر کر دیا غرض یہ ہے کہ عقیدہ مذکورہ جب بتوں اور جنّات، اور
شیاطین وغیرہ معبودین کفّار کے ساتھ شرک ہوا تو انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام کے ساتھ
بھی ضرور شرک ہوگا۔

عوام اہل قبور کو مستقل سمجھ کر استعانت کرتے ہیں اور یہ حرام ہے

اب ثابت کرنا یہ ہے کہ ایسا عقیدہ کہ انبیاء علی نبینا و علیہم السلام اور اولیاء کرام کو خدا نے قدرت عنایت فرمائی ان کو اب مستقل اور مختار بنا دیا ہے عوام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے بھی یا نہیں اور ہے تو کیا حکم ہے حرام یا جائز سو آج کل تو عوام کیا خواص بھی اکثر اس عقیدہ میں مبتلا ہیں مگر چونکہ وعدہ جواب اکابر کے کلام سے ہے اس وجہ سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز ہی کا کلام پیش کرتا ہوں:

"نعم اگر زایران اعتقاد کنند کہ اہل قبور متصرف و مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت حق والتجا بجناب وے تعالیٰ چنانچہ عوام و جاہلان و غافلان اعتقاد دارند و چنانچہ میکنند آنچہ حرام و منہی عنہ است در دین از تقبیل قبر و سجدہ مر آنرا و نماز بسوئے وے و جز آں از آں چہ منہی و تحذیر شدہ است ایں اعتقاد و ایں افعال ممنوع و حرام خواہد بود و فعل عوام اعتبارے ندارد و خارج بحث است و حاشا از عالم شریعت و عارف باحکام کہ اعتقاد بکند ایں اعتقاد را و ایں فعل را بکند"

ترجمہ: ہاں اگر زیارت قبور کرنے والے اعتقاد کریں کہ اہل قبور متصرف اور مستقل اور قادر ہیں۔ اور حق جل و علا شانہ کی طرف توجہ اور اس کے جناب میں التجا نہ ہو یعنی سوال خداوند عالم سے نہ ہو بلکہ اہل قبور سے ہی سوال کیا جائے اور

اُن کے وسیلہ سے خدا سے نہ مانگے بلکہ اہل قبور ہی سے التجا کرے)
چنانچہ عوام اور جاہل اور غافل یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور چنانچہ کرتے ہیں وہ
اُمور جو حرام اور ممنوع ہیں دین ہیں۔ مثلاً قبر کو بوسہ دینا، قبر کو سجدہ کرنا، اُس کی
طرف نماز پڑھنا۔ اور اُن کے سوا اور امور جن سے شریعت نے نہی فرمائی
اور اُن کے کرنے سے ڈرایا۔ یہ اعتقاد اور تمام افعال ممنوع اور حرام ہوں
گے۔ اور عوام کے فعل کا اعتبار نہیں اور بحث سے خارج اور عالم اور
احکام شریعت کے عارف سے بہت بعید ہے کہ یہ اعتقاد رکھے اور
یہ فعل کرے۔"

ایک تو اس عبارت سے یہ مفاد ہوا کہ شیخ علیہ الرحمۃ کے وقت تک ایسے
عالم نہ تھے کہ جو اہل قبور اور انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام اور اولیائے کرام کو مستقل خیال کریں
مگر شیخ علیہ الرحمۃ نے اپنے نفس مقدسہ پر قیاس فرمایا یہ خیال نہ فرمایا کہ مسلمانوں کی بدقسمتی
سے ایسے علما بھی پیدا ہونے والے ہیں جو اس اعتقاد حرام و ممنوع کو عین ایمان و
تعظیم انبیاء و اولیاء علیہم السلام خیال کر کے اس اعتقاد کی دعوتِ عام فرمائیں گے اور جو اس
حرام اعتقاد سے بچے اور بچائے گا۔ اُسی کو گمراہ اور بے دین اور اہل سنت والجماعت
سے خارج اور غیر مقلد وہابی کہیں گے۔

دوسری وہ استمداد اور استعانت باولیا جس کو صوفیائے کرام نے جائز فرمایا
تھا جس کو شیخ علیہ الرحمۃ اس عبارت کے بعد یوں بیان فرماتے ہیں:

"و آنچہ مروی و محکی است از مشائخ عظام اہل کشف و استمداد از
ارواح کمل و استفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور است در کتب و

رسائل ایشاں و مشہور است میان ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنم کہ منکر و متعصب سود نکند او را کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذلک سخن دریں جا از وجہ علم و شریعت است"

ترجمہ: مشائخ عظام اہل کشف سے جو کاملین کی ارواح سے استمداد اور استفادہ کے باب میں روایات و حکایات ہیں وہ احاطہ سے باہر اور اُن کے رسالوں اور کتابوں میں مذکور و مشہور ہیں ذکر کی حاجت نہیں کہ منکر متعصب کو اُن کے کلمات مفید نہیں۔ خدا ہم کو اس سے محفوظ رکھے۔ یہاں تو گفتگو علمی اور شرعی ہے کہ شریعت سے بھی ثابت ہے یا نہیں"

اس استمداد و استعانت سے جو مراد ہے وہ تو خدا چاہے آیندہ عرض ہوگی۔ یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ اس استعانت کا یہ نتیجہ ہوا کہ جہاں اس درجہ تک پہنچے کہ اہل قبور کو مستقل خیال کر کے صدہا افعال ممنوعہ اور محرمہ میں مبتلا ہوئے کہ قبور کو سجدہ بھی کیا بوسہ بھی دیا اُن کی طرف نماز بھی پڑھی ان امور محرمہ کو تو شیخ علیہ الرحمۃ نے صراحۃً بیان فرما دیا اور کلمہ و جبر آں میں غالباً قبروں کا طواف اُن کے نذور عرس عرضیوں کا لکھ کر لٹکانا وغیرہ امور منہیہ ہوں گے۔

عوام کا اس درجہ تک ایک امر مختلف فیہ کی وجہ سے گمراہ ہونا بے شک اُس کے عدم جواز کے فتوی کا موجب ہے۔ چہ جائیکہ اب وہ علماء جو اپنے کو شریعت غرا کا مالک خیال فرماتے ہیں وہ شیخ علیہ الرحمۃ کے جہلا سے بھی دو چار قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں تو استعانت و استمداد بالاولیا کے جواز کی کیا صورت ہو سکتی ہے جس کا عام فتوی دیا جائے وذلک اردناہ۔

تیسرے جس استقلال کو شیخ علیہ الرحمۃ حرام اور ممنوع فرماتے ہیں اگر اس سے مراد استقلال عطائی ہے یعنی بزرگوں کو استقلال جو حاصل ہوا ہے وہ بعد اعطائے الٰہی حاصل ہوا ہے اور اسی استقلال کو شیخ علیہ الرحمۃ حرام اور ممنوع فرماتے ہیں

تب تو مطلب صاف ثابت ہو گیا کہ مسلمان ایسا عقیدہ رکھتے بھی ہیں اور یہ عقیدہ حرام اور ممنوع بھی ہے اور اہل قبور سے استمداد اور استعانت بھی حرام ہے

الحمد لوجہہ تعالیٰ کہ اعتقاد عوام اور پھر حرمت بھی کلام شیخ علیہ الرحمۃ ہی سے ثابت ہوئی جن کا کلام اہل استمداد نہایت خوشی سے پیش کیا کرتے تھے اور چونکہ اس استعانت اور استمداد کا دار و مدار یہی استقلال تھا جب اس استقلال کا اعتقاد ہی حرام ہوا تو جو اس پر متفرع ہے وہ بھی حرام ہوگا اس تقدیر پر اگر شیخ علیہ الرحمۃ کی تصریح سے قطع نظر بھی کیا جائے تب بھی یہ امر ثابت ہو گیا کہ استعانت و استمداد بالاولیاء وغیرہم جو زید و عمرو کے درمیان مختلف فیہا ہے وہ شیخ علیہ الرحمۃ کے نزدیک حرام اور ممنوع ہے۔ اور یہی مقصود تھا۔

اور اگر شیخ علیہ الرحمۃ کی مراد استقلال سے وہ استقلال ہے کہ بغیر اعطائے الٰہی انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام و اولیاء کرام کو مستقل سمجھا جاوے تو اوّل تو وہ عقیدہ اہل اسلام کا بیان فرماتے ہیں اور مسلمان تو مسلمان یہ عقیدہ تو مشرکین عرب کا بھی نہ تھا لہٰذا یہ احتمال ناممکن ہے۔

فتوی میں اعتبار عامہ اہل اسلام کا ہے

اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ مراد یہی استقلال بغیر اعطائے الٰہی ہے تو ثابت ہو گیا کہ استعانت اور استمداد سے جہلا کا عقیدہ اس درجہ کو پہنچ گیا کہ بزرگوں کو اہل اسلام اس قدر مستقل سمجھنے لگے جو صریح شرک اور کفر حقیقی ہے اور مشرکین جہاں بھی اس درجہ تک نہ پہنچے تھے تب بھی فتوی یہی ہوگا کہ اس استعانت کو عموماً ممنوع اور حرام کہا جاوے اس واسطے کہ فتوے میں عام اہل اسلام کا اعتبار ہوتا ہے نہ خواص کا اور اگر خواص ہی کا اعتبار ہو تو عوام کو ضرور فتوی حرمت و کفر ہی کا ہوگا۔

رہا حضرت شیخ علیہ الرحمتہ کا یہ فرمانا کہ عوام کا اعتبار نہیں اس کا اوّل تو یہ جواب ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے جو بناءِ کعبہ کو بنائے خلیل علیہ السلام پر بنا نہیں فرمایا تھا اس کی وجہ فتنۂ عوام ہی تھی یا خواص کی طرف نعوذ باللہ کچھ خیال تھا۔ دوسرا جواب اس کا اور بھی انشاء اللہ آنے والا ہے جہاں صوفیائے کرام کی مراد استعانت بالغیر سے بیان کی جاوے گی۔

ہاں یہ بات کہ اس تقدیر پر استقلال اعطائی اور بزرگوں اور انبیاء علی نبینا و علیہم السلام کو بعد عطائے قدرت عرضی کے مختار تام سمجھنا بھی حرام اور شرک ہے اس کا بطلان باقی رہا۔

کسی شئے کے محض امکان عقلی سے اس کا عقیدہ کرلینا جائز نہیں

سو ظاہر ہے کہ اوّل زید یہ ثابت کرے کہ کسی نبی یا ولی کو یہ مرتبہ کسی خاص یا مطلق امور کی نسبت علی جہت الاستمرار والدوام دیا گیا ہے اگر کوئی دلیل عقیدۂ مذکورہ کو مثبت ہو گی، تب اس کا جواب ہمارے ذمہ ہوگا فقط امکان عقلی سے زید کا عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا جب تک امکان شرعی بلکہ وجود شرعی جس طریقہ سے کسی شئے کا عقیدہ ہونا ثابت ہو بیان نہ کریں فقط یہ کہہ دینا کہ جو لوگ استعانت کرتے ہیں ان کی مرادیں پوری ہوتی ہیں اگر یہی دلیل کافی ہے تو تمام مشرکین کی استعانت اپنے معبودوں کی نسبت بھی ثابت ہو جائے گی کیونکہ مرادیں کم وبیش سب کی پوری ہوتی ہیں اور سب مرادیں کسی کی بھی پوری نہیں ہوتیں۔

لیکن خیر تبرعاً یہ عرض ہے کہ اُمور ذیل سے عقیدہ مذکورہ کا بطلان ثابت ہوتا ہے تمام انبیاء علی نبینا وعلیہم السلام کو یہ مرغوب تھا کہ جمیع خلق اللہ ہدایت پا کر اسلام میں داخل ہو توحید سے مشرف ہو کر ہر نبی علیہ السلام کی کامیابی ظاہر ہے پس اگر انبیاء علی نبینا و علیہم السلام کو قدرت عنایت فرمائی جاتی کہ وہ جس کو چاہیں ہدایت فرمادیں تو تمام عالم آج توحید سے لبریز ہوتا اور کسی کو کیا کہیے سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے حالات طیبات تو نظر فرمائیے کہ ابو طالب کے ایمان میں کس قدر کوشش بلیغ فرمائی مگر:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ ۔ بیشک تو نہیں ہدایت کر سکتا جس شخص کو دوست رکھے ۱۲ منہ

نازل ہوا اس کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ فخر عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اختیارِ کلی مرحمت ہو چکا تھا۔

اگر اس میں بھی کلام ہے تو:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَنْ لَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝	آپ اُن کے مومن نہ ہونے پر شاید اپنی جان کو ہلاک کر دیں گے ۱۲ منہ
اور: وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ۔	نہیں اکثر آدمی اگرچہ تو خواہش کرے ایمان لانے والے ۱۲ منہ

کی تلاوت فرمایئے اگر فخر عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام کائنات کا مالک بنا کر مختار کل بنا دیا تھا تو پھر آج کل مسلمانوں پر طرح طرح کی تباہی اور بربادی اور فسق و فجور میں ابتلاء ہے وہ کیوں ہوتا اگر اس کی بھی کوئی تاویل بنائی جاوے گی گو مقبول نہ ہو کیونکہ آپ کو قدرت کاملہ اور اختیار تامہ باعطائے الٰہی ہو پھر بھی آپ بہبودی اُمت کو اختیار نہ فرمائیں سمجھ میں نہیں آتا۔ تو یوم عرفہ عرفات وغیرہ پر جو حجۃ الوداع میں دعائیں فرمائیں تھیں اُن میں سے بعض قبول نہیں ہوئیں باوجود اختیار تام کلی و جزئی کی دعا مانگنا پھر بھی قبول نہ ہونا اس کے کیا معنے۔

غیر اللہ نفع و ضرر کے مالک نہیں

علیٰ ہذا القیاس حضرت نوحؑ اور حضرت یعقوب علیٰ نبینا و علیہما السلام کا قصہ بھی قرآن شریف میں مذکور ہے کیا:

قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۔	فرما دو بے شک میں تمہارے ضرر و نفع کا مالک نہیں ہوں ۱۲ منہ

اور:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ. فرما دیں میں اپنے نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر جو خدا چاہے ۱۲ منہ

وغیرہ آیات بھی نفی قدرت کاملہ و اختیار تام و ملک تام امور خارجہ عن الطاقت البشریت میں صریح دلائل نہیں ؛

ان آیات کے یہ معنی بیان فرمانا کہ ان میں نفی ملک و اختیار و نفع وضرر بالذات کی مراد ہے ایسی لغو بات ہے کہ کوئی عاقل بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دفع ضرر و جلب منفعت کے لیے تو مطلقاً مالک ہونا چاہیئے چاہے بالذات ہو یا با عطاء غیر کسی حاکم با اختیار سے کوئی مستغیث اپنی مدد چاہے اور وہ یہ جواب دے کہ مجھ کو اختیار ذاتی نہیں بلکہ بوجہ ملازمت شاہی اختیار ملا ہے تو وہ غریب جواب میں یہی عرض کرے گا کہ حضرت میرا کام تو آپ کے اختیار سے وابستہ ہے چاہے آپ کو کسی سے اختیار ملے آپ اس اختیار کو صرف کیوں نہیں کرتے پس ظاہر ہو گیا کہ آیات سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنے نفع وضرر کا مالک نہ ہونا بیان فرما دیجئے۔ اور چونکہ کوئی مخلوق مالک بالذات نہیں ہو سکتا نہ اس کا کوئی مسلم و مشرک معتقد تھا اس وجہ سے اس احتمال کو بیان کرنا بھی فضول ہے ملک اعطائی کا احتمال تھا اسی کی نفی مطلقاً کے ضمن میں فرمائی گئی ہے اور جہاں کہیں آپ ﷺ کی قدرت و اختیار وغیرہ کو بیان کیا ہے وہ وہی اعجازاً ہے یا جارحۃ اللہ ہونے کے طور پر ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ان دلائل کے بعد بھی یہ کہنا کہ ؎

ﷺ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب !
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

صریح شریعت کا مقابلہ نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اگر تاویل ہی کو دل چاہتا ہے اور بالذات اور بالعرض ہی کا فرق کافی ہے تو:

ان الذین یعبدون من دون — بے شک جو لوگ بندگی کرتے ہیں سوائے اللہ کے نہیں
اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا — مالک وہ تمہارے لیے رزق کے پس اللہ ہی سے
عند اللہ الرزق واعبدوہ — رزق طلب کرو اور اسی کی بندگی کرو ۱۲ منہ

اور:

یعبدون من دون اللہ ما — اور بندگی کرتے ہیں وہ ماسوا اللہ کے جو نہ ان کو ضرر
لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون — پہنچا سکیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے لیے اللہ
ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ — کے نزدیک شفیع ہیں ۱۲ منہ

میں اگر مشرکین کی طرف سے بھی یہی جواب دیا جاوے کہ آلہہ باطلہ بالذات نفع و نقصان اور رزق روزی کے مالک نہ تھے۔ باعطائے الٰہی مالک تھے۔ ان آیات میں مطلق ملک کی نفی نہیں ہے بالذات کی نفی ہے تو جواب کیا ہوگا آپ کے لیے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے شمار فضائل ثابت ہیں ان کا انکار نہیں۔

غرض یہ ہے کہ یہ عقیدہ کہ آپ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر شئے کے مختار کل اور مالک تام ہیں یا دوسرا کوئی ایسا شخص ہے ثابت نہیں اگر ثابت ہے تو دلیل بیان کیجیے۔ کسی امر غیر ثابت کی نفی کرنا تنقیص نہیں ہے ورنہ اگر کوئی فخر عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو خدا نہ کہے تو بڑا کافر وہی ہو کیونکہ ایسے وصف کامل کی نفی کرتا ہے جو تمام صفات کا جامع ہے یاد رہے

کہ جو فضائل آپ کے لیے ثابت ہیں ان کا انکار بے شک تنقیص شان والا ہے۔ فافہم
اگر بالفرض تسلیم بھی کیا جائے کہ حضرات انبیاء علی نبینا و علیہم السلام اور اولیاء کرام کو
باعطائے باری تعالےٰ کل کو یا بعض کو تصرفات پر کلیۃً قدرت تامہ کاملہ دائمہ حاصل ہے
وہ اب قادر تام اور مستقل مالک اور مختار ہیں جس کو جو چاہیں دیں اور جو چاہیں نہ دیں۔ اسی بنا پر
اُن سے استعانت اور استمداد صحیح۔ اور چونکہ اُن کو یہ قدرت باعطائے الٰہی ملی ہے اس
وجہ سے اُن سے استعانت بعینہ خدا ہی سے استعانت ہے گو سوال حقیقۃً اُنہیں
سے ہو اور ایاک نستعین کے بھی مخالف نہیں۔ تو دو امر قابل جواب ہیں۔

اوّل یہ کہ ملائکہ علیہم السلام کو امور کونیہ پر قدرت و تصرف باعطائے الٰہی ثابت
ہے تو کیا کسی آیت یا حدیث میں یا کسی نبی یا ولی کی دعا ایسی ثابت ہے جس میں انھوں نے فرشتوں
سے استعانت اور طلب مدد کی ہو اے ملک السحاب، بارش برسا، اے ملک موکل
بالرحم مجھے لڑکا دے یا لڑکی کا لڑکا یا دے اے میکائیل مجھ کو رزق دے اے فلاں
فرشتے میرا فلاں کام ایسی طرح کر دے اگر انبیاء علی نبینا و علیہم السلام یا اولیائے کرام کو
امور کونیہ خارج از طاقت بشریہ میں تصرف اور قدرت ثابت ہو گی تو ان کے برابر
یا کم یا زیادہ ہی مان لو مگر جب اُن سے استعانت نہیں تو اوروں سے کیسے جائز
ہو گی۔

دوسرے یہ کہ جب یہ عقیدہ شرک اور کفر نہیں تو اگر کوئی یہی عقیدہ حسات مرتیات ہیں
اور ارواح خبیثہ و ملائکہ و روحانیات کواکب وغیرہ کے ساتھ رکھے جیسے مشرکین عرب
اپنے باطل معبودوں کے ساتھ رکھتے تھے تو یہ عقیدہ بھی شرک ہو گا یا نہیں اگر ہو گا
تو وجہ فرق کیا ہے اور نہیں تو پھر شرک کیا ہے ... بھی بیان ہو۔

یہ امر آخر ہے کہ چونکہ ان کے لیے یہ قدرت و تصرف باعطائے الٰہی کسی دلیل سے ثابت نہیں لہذا یہ عقیدہ غلط ہوگا مگر یہ تو نہیں کہ جو عقیدہ غلط ہو تو اُس سے آدمی کافر بھی ہو جائے تو اُس کو کوئی مشرک کیسے کہہ سکتا ہے اور یہاں تو جنات اور شیاطین اور ارواح خبیثہ و روحانیات کواکب کے لیے قدرت تصرف و اثر بھی ثابت ہے تو ان اشیائے مذکورہ سے استعانت کرنے والے اگر زید کے نزدیک کافر او مشرک ہیں تو وجہ فرق کیا ہے کہ بزرگوں سے اسی طرح استعانت کرنے میں شرک نہ ہو۔ اور اگر زید اپنی دریا دلی سے اُس کو بھی شرک نہ کہے۔ تو چونکہ انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام و اولیائے کرام کو جو کچھ بھی قدرت و تصرف ملا ہے بدیں وجہ اُن سے استعانت و استمداد بعینہ خدا ہی سے استعانت سمجھی جاوے گی اسی طرح اگر کوئی ان بزرگوں کی عبادت بھی کرنے لگے اور چونکہ عبادت میں تذلل مقابلہ میں عظمت کے ہوتا ہے اور ان حضرات کی عظمت خدا ہی کی دی ہوئی عظمت ہے تو خداداد عظمت و تصرف کے مقابلہ میں جو ذلت و خشوع و عبادت ہوگی وہ خدا ہی کی عبادت ہوگی اس وجہ سے اس عبادت کو خدا ہی کی عبادت سمجھے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں:

"اے عزیز اصل کار یہ ہے کہ محبوبان خدا کے لیے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لیے تواضع ہے۔" (انہار ص ۴۸)

اور قرآن شریف میں جس قدر بھی عبادت بغیر اللہ تعالیٰ کی نہی وارد ہوئی ہے لہذا اس سے مراد وہی عبادت ہو جس میں غیر اللہ تعالےٰ مقصود بالذات ہو اور اس کی عبادت کو خدا کی عبادت نہ سمجھے۔ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی۔ میں بھی جن لوگوں کا بیان کیا ہے گو وہ عبادت بغرض تقرب الی اللہ کرتے تھے مگر چونکہ اس عبادت

کو وہ لوگ عبادت اصنام ہی سمجھتے تھے لہٰذا شرک اور کفر ہوئی اگر اس عبادت کو عبادت الٰہی سمجھتے تو ہرگز مخالف نہ ہوتے ایسی عبادت کی نہ جب ممانعت تھی نہ اب ہے تو اس شبہ کا جواب زید کیا دے سکتا ہے۔

اگر کوئی شخص جس قدر صفات الٰہیہ ہیں اس کا کسی ذات کو مظہر تام عقیدہ کر کے اُس سے سوال، دعا، التجا، استعانت وغیرہ کرے اور اُس کی عبادت اور اس سے استعانت کرے اور اس کو عین عبادت و استعانت الٰہی سمجھے۔ بلکہ استعانت بالغیر کے قائلین نے یہ سب کچھ کر کے دکھا دیا مشرکین اپنے معبودوں کی کیا عبادت کرتے تھے یہی کہ ان کے نام پر قربانی ہوتی تھی، یہاں بھی پیروں کے نام پر قربانی ہوتی ہے فقط ڈر کی وجہ سے ذبح کے وقت بسم اللہ اکبر کہہ دیتے ہیں مگر اُن کا دل خوب جانتا ہے کہ اراقۃ دم اور ذبح کرنے سے پیروں کا خوش کرنا مقصود ہے یا نہیں وہ لوگ اُن سے التجا کرتے تھے حوائج مانگتے تھے، دعا کرتے تھے، حاجت کے وقت ان کے نام کے نذر کرتے تھے، اُن کو سجدہ کرتے تھے، ان سے اس قدر ڈرتے تھے کہ خدا سے بھی نہیں ڈرتے تھے، آج کل کے قبر پرست اور پیر پرست بھی سب کچھ کرتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ تو اذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین پر عمل کرتے تھے یہ اُن سے بھی اس بارہ میں بدتر ہیں کہ جس قدر تکلیف زیادہ ہو غیر اللہ کی طرف توجہ بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ مشرکین عرب نے تو بعض کام خدا ہی کے متعلق سمجھ رکھے تھے اور اُن صاحبوں نے تو خدا کے ساتھ کوئی کام بھی مخصوص نہ رکھا جس میں خاص اُسی سے استعانت اور مدد طلب کریں خدا بزرگوں کو سب کچھ دے چکا ہے اور اپنی خدائی کا مختار عام کر چکا اب کوئی کام رہا ہی نہیں جو مختار عام کی قدرت سے خارج ہو آپ کی تصویر نماز میں سامنے

رکھتے ہیں پیروں کی پوری اور کامل تصویروں کو گھر میں رکھتے ہیں۔ جس جگہ تصویر ہوتی ہے
اُس گھر میں ایسے خضوع و خشوع سے داخل ہوتے ہیں کہ مسجد شریف میں وہ خوف نہیں
ہوتا بات کرنے میں تصدیق کے لیے تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہیں آپ موجود ہیں
میں کیسے جھوٹ کہہ سکتا ہوں تو اس عقیدہ کے کفر و شرک ہونے کی کیا دلیل ہے اور
اگر یہ بھی شرک نہیں تو زید کے لیے اب کون سی صورت شرک کی ہے کیا کسی فرضی غیر واقع شرک
سے قرآن شریف بھرا ہوا ہے انبیاء علی نبینا و علیہم السلام اگر یہی بالذات اور بالعرض کا گُر
مشرکین کو بتا دیتے تو آج تمام عالم موحد ہی نظر آتا۔

اس عقیدہ کی بنا پر یہ بھی لازم آتا ہے کہ خدائے ذوالجلال محض ایک فلسفی معزول
شدہ خدا ہو جائے۔ عیاذاً باللہ تعالیٰ منہ کیونکہ جب تمام عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے تمام
انبیاء علی نبینا و علیہم السلام اور اولیائے عظام ہی کی قدرت عرضی سے ہو رہا ہے تو خدا
نے کیا کیا اور کیا کرتا ہے اگر یہ کہو کہ بزرگوں کی قدرت بھی خدا ہی کی قدرت ہے اُسی
کی قدرت کا مظہر ہے تو فلاسفہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ ممکنات میں بالذات کچھ نہیں جو کچھ
ہے واجب ہی کی طرف سے فیض ہے عقول عشرہ کا قدم علط ان کا صدور بالاضطرار باطل
گفتگو فقط اس میں ہے کہ ان کو واجب تعالیٰ نے جو قدرت عطا فرمائی ہے اس سے انہوں
نے تمام عالم کو پیدا کیا اور اب جو کچھ ہو رہا ہے اُسی قدرت کا کرشمہ ہے یہ عقیدہ
زید کے نزدیک شرک اور کفر ہے یا نہیں اگر شرک و کفر ہے تو وجہ فرق کیا ہے کہ بزرگوں کی
عطائی قدرت سے سب کچھ ہو تو عین ایمان کسی دوسرے غیر اللہ تعالیٰ کی قدرت عرضی
سے عالم کا کام چلے تو شرک کفر ہو جائے یہ فرق دریافت کرنا ہے۔

جب[1] تمام عالم کا مارنا۔ جلانا کفر و اسلام رنج و راحت۔ و خوشی و غم دخول جنت و دوزخ وغیرہ جملہ کائنات کا انتظام انبیا علیٰ نبینا و علیہم السلام اور اولیائے کرام ہی کی قدرت بالعرض سے ہو رہا ہے اور اسی بنا پر اُن سے استمداد اور استعانت کا بھی حکم ہے تو اب خداوند عالم سے استمداد اور استعانت کی ضرورت ہی کیا ہے۔ فقط بالذات و بالعرض کے فرق سے خدا کو خوش کیسے جانے کے سوا اور کیا باقی رہ گیا۔

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا

اَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهُ وَسَائِرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔

اب یہ تو بفضلہ تعالیٰ ثابت ہو گیا کہ زید کا عقیدہ مذکورہ بے شک شرک و کفر ہے ورنہ دنیا سے شرک ہی اُٹھ جائے گا۔ اور احکام شرعیہ بالکل درہم برہم ہو جائیں گے لیکن اب یہ بات ثابت کرنی رہی کہ اس استعانت اور استمداد کو صوفیائے کرام بھی کفر و شرک ہی سمجھتے ہیں اور اس کے شرک و کفر ہونے میں کسی عالم و صوفی کا اختلاف نہیں سلف میں یہ مسئلہ مختلف فیہا نہیں ہے اس کا ثبوت بھی انہیں مسلم حضرات ہی کے کلام سے دیا جائے

---

[1] واضح ہو کہ خدائے لاشریک لہ نے اپنی وحدانیت ربوبیت الوہیت اور معبودین باطلہ کے بطلان اور عدم استحقاق عبودیت پر قرآن شریف میں جو بکثرت استدلال فرمایا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ خدا عالم الغیب والشہادۃ فلاں فلاں کام رزق روزی دیتا مارتا جلاتا وغیرہ جملہ امور تکوینیہ حوادث یومیہ وہی کرتا ہے تمہارے شرکا ان کاموں کو نہیں کر سکتے۔ تو نہ وہ خدا ہو سکتے ہیں نہ مستحق عبادت۔ اس کے متعلق اس قدر آیات ہیں کہ اگر انکو خان صاحب کی طرح لکھیں تو مستقل کتاب ہو جائے۔ اگر کارخانہ عالم انبیا علیہم السلام و اولیاء کرام کی قدرت عرضیہ میں دیکر فقط بالذات اور بالعرض کے فرق سے خداوند عالم کو خوش کر دیں تو وہ تمام آیات بے کار ہو جائیں گی۔ اور مشرکین جواب دے سکتے ہیں کہ ان میں نفی علم و قدرت ارادہ سمع بصر و استحقاق عبادت ذاتی فرمائی گئی ہے۔ ورنہ شرکا معاذ اللہ تعالیٰ عطائی علم سے عالم الغیب والشہادۃ ہر امر کے قادر خالق، محیی ممیت مریض صحیح کرنے والے مستحق عبادت سب کچھ ہیں۔ ہاں یہ سمجھو کہ ان کی عبادت عین عبادت الٰہی ہے۔ جیسے ان سے استعانت و استمداد بوجہ قدرت عطائی کے عین استعانت الٰہی ہے اور ایاک نستعین کے مخالف نہیں۔ اسی طرح ان کی عبادت بھی عین عبادت الٰہی ہے اور ایاک نعبد کے موافق۔ اور ظاہر ہے کہ اس میں تمام شریعت غراء کو درہم برہم کرنا لازم آتا ہے معاذ اللہ تعالیٰ منہ۔ اگر مجوزین استعانت فرمائیں گے تو ہم ان آیات کو پیش کر دیں گے۔ ۱۲ منہ

تو اچھا ہے کہ جن کا ذکر خود ہی زید نے کیا ہے اور تمام ہندوستان کے مسلم ہیں ، اور باوجود کمال علم کے اولیاء کرام کے زمرہ میں بھی داخل ہیں۔

استعانت بالغیر کی صورت رابعہ حضرات صوفیائے کرام کے نزدیک بھی شرک و کفر ہے

ملاحظہ ہو تفسیر عزیزی فارسی:

"ویا بچیزیست کہ توہم استقلال آن چیز در مدارک مشرکین جا گرفتہ مثل استعانت بارواح و روحانیت فلکیۃ یا عنصریۃ یا ارواح سائرہ مثل ہوانی و شیخ سدو و زین خاں و امثال ذالک و ایں نوع استعانت عین شرک ست و منافی ملت حنفی۔"

ترجمہ: یا استعانت ایسی چیز سے ہے جس کے استقلال کا وہم مشرکین کے اذہان میں گھر کر گیا ہو جیسے استعانت ارواح و روحانیت فلکیۃ یا عنصریہ یا ارواح سائرہ سے جیسے شیخ سدو و زین خاں وغیرہ سے اور یہ قسم عین شرک و منافی ملت حنفی کے ہے۔"

اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ اگر استعانت و استمداد ایسی چیزوں سے ہو جس کے استقلال کا وہم بھی ہو گو یہ وہم مشرکین ہی کو کیوں نہ ہو یہ استعانت عین شرک اور مخالف ملت حنفی ہے، اور حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے کلام سابق سے یہ ثابت ہو گیا کہ اولیاء اللہ تعالے اور انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کے ساتھ استعانت میں مشرکین ہی نہیں بلکہ اکثر

اہل اسلام بھی تو ہم ہی نہیں بلکہ اعتقاد استقلال کا رکھتے ہیں تو اب جو معنی بھی استقلال کے لیے جائیں، حضرت شاہ صاحب کے کلام سے استعانت بالانبیاء علی نبینا وعلیہم السلام واولیاء کرام عین شرک ومخالف ملت حنفی کے ثابت ہو گئے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ وشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں چار احتمال ہیں ہر ایک مجوزین استعانت بالغیر کے مخالف ہے

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شیخ علیہ الرحمۃ کے کلام سے یہ ثابت ہوا کہ عوام اہل اسلام اہل قبور کو مستقل اعتقاد کرتے ہیں اور یہ اعتقاد ان کا حرام ہے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کہ اگر استعانت ایسی شے سے کی جائے جس کے استقلال کا وہم بھی ہو گو متوہم مشرکین ہی ہوں تو یہ استعانت شرک ومخالف ملت حنفی کی ہے"

پہلی صورت کہ دونوں حضرات کے کلام میں مراد استقلال بالذات ہو

اول صورت یہ کہ استقلال سے مراد دونوں حضرات کے کلام میں استقلال بالذات بغیر

اعطائے الٰہی ہو تو حاصل یہ ہوگا کہ عوام مسلمان اہل قبور کو مستقل بالذات جانتے ہیں اور جہاں استقلال بالذات کا وہم بھی ہو تو وہ استمداد و شرک تو مسلمانوں کا اہل قبور سے استمداد کرنا شرک، و مخالف ملت حنفی کے و عین کفر ہے۔

دوسرے یہ کہ شیخ علیہ الرحمۃ کے کلام میں استقلال بالذات مراد لیا جائے اور حضرت شاہ صاحب کی مراد استقلال عرضی باعطائے الٰہی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ عامہ اہل اسلام انبیاء علی نبینا وعلیہم السلام اور اولیائے کرام کو مستقل بالذات سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد اُن کا حرام ہے اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

"جہاں استقلال کا وہم ہو تو وہ استمداد شرک اور کفر"

تو نتیجہ یہ ہوا کہ جب استقلال عرضی کا وہم بھی موجب شرک ہے تو استقلال بالذات جس کا اعتقاد عامہ اہل اسلام رکھتے ہیں وہ بطریق اولیٰ شرک اور کفر ہوگا۔

تیسری یہ صورت ہے کہ شیخ علیہ الرحمۃ کے کلام کی غرض استقلال عرضی ہو اور حضرت شاہ صاحب کے کلام کی مراد استقلال ذاتی۔ تو مقصد یہ ہوا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ:

"جہاں استقلال ذاتی کا توہم ہو گو وہم کرنے والے مشرکین ہی کیوں نہ ہوں،

تو یہ استقلال وا استمداد شرک اور مخالف ملت حنفی کے ہے"

اور اس کی مثال میں شیخ سدو زین خاں وغیرہ فرماتے ہیں:

"جن سے استمداد عوام اہل اسلام کرتے ہیں"

تو معلوم ہوا کہ عامۂ اہل اسلام بھی اُن کو مستقل بالذات جان کر استمداد کرتے ہیں، جیسے کفار ہوائی سے اور یہ عین شرک ہے، اور حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے کلام سے استقلال

عرضی کی حرمت اور اعتقاد بھی ثابت ہوگیا تو خلاصہ یہ نکلا بعض عوام اہل اسلام اہل قبور و اولیائے کرام کو مستقل بالذات بھی جانتے ہیں اور بعض مستقل بالعرض اور ان دونوں صورتوں میں استمداد حرام اور شرک ہے۔

اور چوتھی یہ صورت ہے کہ دونوں حضرات کی عبارات میں مراد استقلال عرضی اعطائی ہو اور یہی احتمال صحیح اور درست بھی ہے کیونکہ مسلمان کسی مخلوق کو کسی وصف بالخصوص قضائے حوائج میں مستقل بالذات بغیر اعطائے الٰہی کیسے خیال کر سکتا ہے۔ چنانچہ شیخ سدو وزین خاں کی مثال اور اہل قبور و نماز بسوئے دے کا لفظ اسی کو بتا رہا ہے اور استقلال بالذات کا اعتقاد تو مشرکین کو بھی نہیں تھا تو اہل اسلام ایسا اعتقاد کیونکر کر سکتے ہیں، بالخ (ص) مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور مولوی کرامت اللہ خاں صاحب دہلوی تو اس احتمال کو مراد ہی نہیں لے سکتے کہ ان دونوں حضرات قدس سرہما کے کلام میں ایک کی بھی مراد استقلال ذاتی ہو ملاحظہ ہو برکات الامداد مصنفہ مولوی احمد رضا خاں صاحب:

"فائدہ ضروریہ بعضے کچے وہابی پکے ہوشیار جب سب طرح عاجز آتے ہیں اور کسی طرف راہ مفر نہیں پاتے تو ایک نیا شگوفہ تراشتے ہیں کہ صاحبو ہم بھی اُس استعانت کو شرک کہتے ہیں جو غیر خدا کو قادر بالذات و مالک مستقل بے عطائے الٰہی جان کر کی جاوے اور اپنی بات بنانے اور خجالت مٹانے کو ناحق ناروا بے چارے عوام مومنین پر جیتا بہتان باندھتے ہیں کہ وہ ایسا سمجھ کر انبیاء و اولیاء سے استعانت کرتے ہیں ہمارا یہ حکم شرک انہیں کی نسبت ہے اس ہارے درجہ کی بناوٹ کا لفافہ تین طرح کھل جائے گا" (ص ۱۵)

اوّل وثانی وجہ کے بعد فرماتے ہیں:

رشالثؒ جانتے دو یہ ناپاک ادعا ہے کہ بندگانِ خدا محبوبانِ خدا کو قادر مستقل جان کر استعانت کرتے ہیں ایک ایسی سخت بات ہے جس کی شناعت پر اطلاع پاؤ تو مدتوں تمہیں توبہ کرنی پڑے اہل لاالٰہ الا اللہ پر بدگمانی حرام اور اُن کے کلام کو جس کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نخواہی معاذ اللہ کفر کے طرف ڈھال لے جانا قطعاً گناہ کبیرہ حق تعالٰے سبحانہ تعالٰی فرماتا ہے یا ایُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجتنبوا کَثِیْرًا من الظن ان بعض الظن اثم۔

پھر بعد ترجمہ فرماتے ہیں۔ لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیرا۔

پھر فرماتے ہیں۔ یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین۔

بعد ترجمہ کے پھر حدیث ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث پھر افلا شققت قلبہ کو نقل فرمایا ہے پھر فرماتے ہیں علمائے کرام فرماتے ہیں کلمہ گو کے کلام میں اگر ننانوے معنی کفر کے نکلیں اور ایک تاویل اسلام کی پیدا ہو واجب ہے کہ اسی تاویل کو اختیار کریں اور اُسے مسلمان ہی ٹھہراویں کہ حدیث میں آیا ہے:

الاسلام یعلو ولا یعلے۔ — اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں کیا جاتا۔

رواہ الریانی والدار قطنی والبیہقی والضیاء الخلیل عن عائذ بن عمر المزنی نہ کہ بلا وجہ محض

سینہ زوری سے صاف ظاہر واضح معلوم معروف معنی کا انکار کر کے اپنی طرف سے ایک ملعون مردود مصنوع مطرود احتمال گڑھا ہیں اور اپنے لیے علم غیب و اطلاع حال قلب کا دعوی کر کے زبردستی وہی ناپاک مراد مسلمانوں کے سر باندھیں قیامت تو نہ آئے گی۔

پھر فرماتے ہیں:

امام علام خاتمۃ المجتہدین تقی الملت والدین فقیہ محدث ناصر السنۃ ابو الحسن علی بن عبید الکافی سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب مستطاب شفاء السقام میں استمداد و استعانت کو بہت احادیث صریحہ سے ثابت کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔

لیس[1] المراد نسبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الخلق و الاستقلال بالافعال هذا لایقصدہ مسلم فصرف الکلام الیه ومنعه من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوام الموحدین

پھر ابن حجر مکی قدس سرہ کے جوہر منظم کی عبارت نقل فرمائی ہے:

فالتوجه والاستعانة به صلی اللہ علیه وسلم وبغیرہ لیس لهما معنی فی قلوب المسلمین غیر ذلک ولا یقصد بها احد منهم سواہ فمن لم ینشرح صدرہ لذلک فلیبک علی نفسه نسال اللہ العافیة والمستغاث به فی الحقیقة هو اللہ والنبی صلی اللہ

---

[1] کرامات امداد اللہ صفحہ ۲۰، ۱۲ منہ

تعالیٰ علیہ وسلم واسطۃ بینہ وبین المستغیث فھو سبحانہ مستغاث بہ والغوث منہ خلقا وایجادا والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستغاث والغوث منہ سببا وکسبا انتھی ملخصا۔

(ص ۴۸، ۴۹ بحذف ترجمہ عبارات عربی وبعض عبارات)

اب تو ثابت ہوگیا کہ پہلے تین صورتوں میں جو دونوں حضرات کے کلام میں استقلال بالذات لیا گیا ہے وہ محض احتمال فرضی بالکل باطل اور لغو ہے ورنہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہما جن کے نام کی دونوں خان صاحب تسبیح پڑھتے ہیں اُن کی طرف کس قدر امور قبیحہ کی نسبت لازم آئے گی جو ابھی مذکور ہو چکے ہیں۔

خان صاحب دیکھا پکے سچے حنفی خادم سنت یوں استعانت بالغیر کو باوجود مستغاث بہ کے مستقل عرضی اور قادر باعطائے الٰہی ہونے کے بھی شرک ثابت کرتے ہیں حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب مرحوم کی عبارت جو آپ نے وجہ اوّل میں بیان فرمائی ہے:

"پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح سے شرک ثابت ہوتا ہے برکات ص ۲۵ و فصل الخطاب ص ۴ کا مطلب سمجھ میں آیا"

سُنیئے ہم عرض کرتے ہیں، حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ عوام اہل اسلام اہل قبور کو مستقل جانتے ہیں اگر اس استقلال سے استقلال بالذات بغیر اعطائے الٰہی مراد لیا جاوے تب تو آپ اس احتمال کو ملعون مردود ومطرود واہل اسلام پر بدگمانی وگناہ کبیرہ اور مسلمانوں کی طرف یہ خیال کرنا قرآن وحدیث کے خلاف بیان

فرما چکے ہیں جو اہل اسلام مراد ہے ہی نہیں سکتے تو لا محالہ جس استقلال کو حضرت شیخ و حضرت شاہ صاحب قدس سرہما مسلمانوں کا عقیدہ حرام و ممنوع و شرک فرماتے ہیں وہ ضرور استقلال عرضی ہی ہوگا تو اب ان حضرات کے کلام کا مطلب بھی یہی ہوگیا اگر یوں سمجھئے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے تب بھی شرک ثابت ہوتا ہے جو معنے آپ ان دونوں حضرات کے کلام کے فرمائیں وہی حضرت مولینا اسمٰعیل صاحب شہید کے کلام کے فرمائیں اب یہ تینوں حضرات ایک ہی مرتبہ میں ہیں یا تو جو شہید مظلوم کو کہتے ہو وہ ان دونوں حضرات کو کہو یا جو ان دونوں کو کہتے ہو حضرت شہید کو بھی وہی کہو۔

ملاحظہ فرمالیا حضرت مولینا اسمٰعیل صاحب شہید رحمہ اللہ کا کلام کس قدر زوردار ہے مگر ہاں فہم درکار ہے اسی طرح آپ حضرات نے جو حضرت شہید مظلوم کے اور کلمات پر اعتراض فرمایا ہے اس کو بھی سمجھ لیجئے۔

الحاصل کسی کو بغیر اعطائے الٰہی قادر بالذات سمجھ کر استعانت و استمداد کرے وہ تو شرک ہی ہے اب تو دہلوی شیخین کے ارشاد سے یہ ثابت ہوگیا کہ استقلال عرضی اعتقاد کر کے بھی استعانت بالغیر کرے تو بھی حرام اور شرک اور مخالف ملت حنفی کے ہے تو یا تو شاہ صاحب اور شیخ صاحب قدس سرہما کی مراد یہ ہے کہ مطلق استعانت عرضی حرام اور شرک اور مخالف ملت حنفی ہے تب تو دہلوی شیخین پر بھی وہی الزام آئے گا جو حضرت شہید مظلوم پر بیان کیا ہے اور اگر دہلوی شیخین قدس سرہما کے کلام کا محمل استعانت کی صورت رابعہ ہے تو یہی مطلب حضرت شہید مظلوم کا بھی ہے۔

جناب خان صاحب آپ کا کچا وہابی پکا ہوشیار کوئی فرضی ہوگا ہم تو بفضلہ تعالیٰ ایسی بات عرض کرتے ہیں کہ منصف کو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے قبول سے چارہ

ہی نہیں ہاں ہدایت مالک کی قدرت میں ہے۔ ہم بفضلہ تعالٰے پکّے حنفی سچّے خادم سنّت ہیں خالص وہابی حقیقی بدعتی ہم کو جو چاہیں کہیں کوئی شخص کسی کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا محمود کو مذموم کہنا آپ کے نزدیک تو فرض عین اور عمر بھر کی کمائی ہے ہم بفضلہ تعالٰی آپکے ان غلط احتمالات نکالنے سے بحث کو نہ رلنے دیں گے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی اور حضرت شاہ صاحب عبدالعزیز صاحب مقبول کل قدس سرہما کے کلام میں جب آپ ہی صاحبوں کے فرمانے اور عبارت منقولہ برکات الامداد و کرامات امداداللہ کے موافق استقلال بالذات بغیر اعطائے الٰہی مراد لینا احتمال مردود و مسطرود گناہ کبیرہ اہل اسلام پر بدگمانی جیتا بہتان ہوا تو اب دونوں حضرات کے ملفوظات کا یہ مفاد ہوا کہ عوام اہل اسلام، اہل قبور کو مستقل بالعرض باعطائے الٰہی اعتقاد کرتے ہیں۔

اگر غیر اللہ کو مستقل بالعرض سمجھ کر بھی استعانت کرے تب بھی شرک و حرام ہے

اور یہاں استعانت بغیر اللہ تعالٰے میں جس سے استعانت چاہے اُس کے استقلال عرضی کا وہم بھی ہو گو متوہم مشرکین ہی کیوں نہ ہوں تو یہ استعانت حرام و ممنوع و شرک و مخالف ملت حنفی ہے اور اہل اسلام کا توہم کیا اعتقاد اہل قبور و غیر اللہ تعالٰے کے ساتھ استقلال عرضی کا ثابت ہے تو یہ استعانت و استمداد بالانبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام والاولیاء الکرام بھی شرک و مخالف ملت حنفی کے ہوئی۔

اہل تصوف اور بزرگان دین کی استعانت سے مراد توسل ہے استعانت حقیقی نہیں

اب یہ مدعیٰ تو بفضلہٖ تعالےٰ بخوبی حاصل ہو چکا کہ استعانت بالانبیاء والاولیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام حسب ارشاد حضرت شاہ صاحب و شیخ علیہ الرحمۃ عین شرک و مخالف سنت حنفی ہے، ہاں یہ مرحلہ باقی ہے کہ جب استعانت و استمداد مذکور عین شرک و مخالف ملت حنفی ہے تو حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اور دوسرے حضرات صوفیائے کرام اُس کے جواز کے کیسے قائل ہوئے جس کی بنا پر ان اکابر کی تضلیل لازم آتی ہے اور ان حضرات کا دامن تقدس ایسا نہیں ہے جو اس گرد سے ملوث ہو سکے تو جواب یہ ہے کہ اس شبہ کا جواب بھی یہی حضرات دیں گے ؎

تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

اُن کے کلام کا مطلب وہی صحیح جو خود بیان فرمادیں دوسرے سے تو غلطی کا بھی احتمال ہے اللہ تعالےٰ شیخ علیہ الرحمۃ پر ہزار ہا رحمتیں نازل فرمادے کہ جیسے انہوں نے استعانت و استمداد کا جواز بڑے شد و مد سے بیان فرمایا تھا۔ اُس کا مطلب بھی خود ہی بیان فرمایا کہ ہماری مراد اور اہل کشف اور اہل تصوف کی استعانت سے یہ ہے فجزاہ اللہ تعالےٰ عنا و عن سائر المسلمین والمسلمات خیر الجزاء۔

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

"چہ می خواہند ایشان باستمداد و امداد کہ ایں فرقہ منکر اند آنرا آنچہ ما می فہمیم ازاں

اہل تصوف اور بزرگان دین کی استعانت سے مراد توسل ہے استعانت حقیقی نہیں

اب یہ مدعیٰ تو بفضلہٖ تعالےٰ بخوبی حاصل ہو چکا کہ استعانت بالانبیاء والاولیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام حسب ارشاد حضرت شاہ صاحب و شیخ علیہ الرحمۃ عین شرک و مخالف ملت حنفی ہے، ہاں یہ مرحلہ باقی ہے کہ جب استعانت و استمداد مذکور عین شرک و مخالف ملت حنفی ہے تو حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اور دوسرے حضرات صوفیائے کرام اُس کے جواز کے کیسے قائل ہوئے جس کی بنا پر ان اکابر کی تضلیل لازم آتی ہے اور ان حضرات کا دامن تقدس ایسا نہیں ہے جو اس گرد سے ملوث ہو سکے تو جواب یہ ہے کہ اس شبہ کا جواب بھی یہی حضرات دیں گے ع

تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

اُن کے کلام کا مطلب وہی صحیح جو خود بیان فرماویں دوسرے سے تو غلطی کا بھی احتمال ہے اللہ تعالےٰ شیخ علیہ الرحمۃ پر ہزار ہا رحمتیں نازل فرماوے کہ جیسے انہوں نے استعانت و استمداد کا جواز بڑے شد و مد سے بیان فرمایا تھا۔ اُس کا مطلب بھی خود ہی بیان فرمایا کہ ہماری مراد اور اہل کشف اور اہل تصوف کی استعانت سے یہ ہے فجزاہ اللہ تعالےٰ عنا و عن سائر المسلمین والمسلمات خیر الجزاء۔

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

"وچہ می خواہند ایشان باستمداد و امداد کہ ایں فرقہ منکر اند آنرا آنچہ ما می فہیم ازاں

ایں است کہ داعی محتاج فقیر الی اللہ دعا میکند ، ازاو طلب میکند حاجت خود را از جناب عزت و غناء وے و توسل میکند بروحانیت این بندہ مکرم و مقرب در درگاہ عزت و میگوید خداوندے ببرکت این بندہ کہ رحمت کردہ برو سے واکرام کردہ او را بہ لطف و کرمی کہ بوسے داری برآوردہ گردان حاجت مراکہ تو معطی وکریمی یا ندا میکند این بندہ مکرم و مقرب راکہ اسے بندہ ای ولی وسے شفاعت کن مرا د بخواہ از خداکہ بدہد مسئول و مطلوب مرا قضا کند حاجت مرا پس معطی و مسئول و مامول پروردگارست تعالے و تقدس و نیست این بندہ درمیان مگر وسیلہ و نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ و اولیائے خدا فانی و ہالک اند در فعل الٰہی و قدرت و سطوت وسے و نیست ایشاں را فعل و قدرت تصرف نہ اکنوں کہ در قبور اند نہ در ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا واگر ایں معنی کہ در امداد استمداد ذکر کردہ ایم موجب شرک و توجہ بماسوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم میکند پس باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از صالحان و دوستان خدا در حالت حیات[1] نیز و ایں ممنوع نیست بلکہ مستحب و مستحسن ست باتفاق و شائع است در دین ۔ کتاب الجہاد“

ترجمہ : جو فرقہ کہ استمداد اور امداد کا منکر ہے اُس کی مراد اس سے کیا ہے جو کچھ ہم استمداد اور امداد سے سمجھتے ہیں یہ ہے کہ ایک شخص محتاج

---

[1] اس تشبیہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ندا سے ندا عن البعید مراد نہیں ہے بلکہ تیر کے نزدیک پہنچ کر ۱۲ منہ

فقیرالی اللہ دعا کرتا ہے خدا سے اور اپنی حاجت طلب کرتا ہے اُس کی جناب سے اور وسیلہ پکڑتا ہے ساتھ روحانیت اس بندہ مکرم اور مقرب کے درگاہ عزت خداوندی میں اور کہتا ہے کہ اے خدا اس بندۂ مکرم اور برگزیدہ کی برکت سے کہ جس پر تو نے اپنی رحمت نازل فرمائی ہے اور بہ برکت اُس لطف اور کرم کے کہ اُس برگزیدہ پر نازل فرمایا ہے میری حاجت پوری کر کہ تو دینے والا ہے اور کریم ہے اور یا ندا کرتا ہے اس بندہ مکرم اور مقرب کو کہ اے بندۂ خدا و لی اللہ میری شفاعت کر اور خدا سے التجا کر کہ میرا قصد اور میری غرض خدا پوری کرے اور دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا اور جس سے حاجت روائی کی اُمید کی گئی پروردگار ہے تعالیٰ و تقدس اور نہیں ہے یہ بزرگ درمیان اس داعی اور اللہ تعالےٰ کے مگر وسیلہ اور قادر اور فاعل اور متصرف وجود میں سوائے حق سبحانہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں. اور اولیاء اللہ خدا کے فعل اور اس کی قدرت اور سطوت میں فانی اور ہالک ہیں نہ اُن کو قدرت ہے نہ تصرف نہ اُن کا کوئی فعل نہ اب کہ قبروں میں ہیں نہ اُس وقت کہ دنیا میں زندہ تھے اور اگر یہ معنی کہ جو امداد و استمداد میں ہم نے ذکر کیے ہیں موجب شرک اور توجہ بماسوائے اللہ تعالےٰ ہوں جیسے کہ منکر خیال کرتا ہے پس چاہیئے کہ توسل و طلب دعا کو صالحین اور دوستان خدا سے حالتِ حیات میں بھی منع کرے اور یہ ممنوع نہیں بلکہ مستحب و مستحسن باتفاق ہے اور شائع ہے دین میں۔"

اس عبارت نے تمام مدعیٰ ہی طے فرما دیا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرات اہل اللہ تعالیٰ کو تصرف و قدرت و اختیار بالکل نہیں وہ مثل جارحۃ اللہ تعالیٰ زندگی اور موت کی حالت میں ہوتے ہیں پھر جب انہیں قدرت ہی نہیں تو سوال و استعانت بھی اُن سے فضول ہوئی صاحب قدرت و تصرف ہی سے استعانت چاہیئے نہ اُس کے جوارح سے اس بنا پر تو حالت حیات میں بھی اُن سے کوئی سوال نہ کرنا چاہیئے اگر چہ امور عادیہ ہی کیوں نہ ہوں چہ جائیکہ بعد موت کے امور خارجۃ عن القدرۃ البشریہ میں بھی استعانت و استمداد ہونے لگے۔

اگر ہم قیامت تک بھی کہتے کہ حضرات صوفیائے کرام و حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا مطلب استمداد و استعانت سے توسل ہے تو کوئی بھی باور نہ کرتا مگر اب کیا کیا جائے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ ہی خود مطلب بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے سوا کچھ مراد اور مطلوب ہی نہیں ہے اگر منکر توسل کو بعد موت کے منع کرتا ہے تو حالت حیات میں بھی طلب دعا صالحان سے اور توسل کو منع کرے حالانکہ وہ باتفاق جائز ہے اور یہی مطلب حضرت شاہ صاحب نے رسالہ فیض عام میں بیان فرمایا ہے جو آئندہ مذکور ہو گا، خدا کا شکر ہے کہ حضرات علمائے کرام کا استعانت بالغیر کو شرک فرمانا بھی صحیح ثابت ہوا۔ اور حضرات صوفیائے کرام کا مطلب بھی معلوم ہو گیا کہ وہ بھی استعانت و استمداد کو جائز نہیں فرماتے وہ تو شرک ہی ہے کیسے جائز ہو سکتا ہے وہ جس کے جواز کے قائل ہیں وہ توسل ہے جس کی دو صورتیں حضرت شیخ علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں:

"ایک میں اہل قبور کو ندا ہے، ایک میں ندا بھی نہیں اور ہر صورت میں سوال خدا تعالیٰ ہی سے ہے۔ نہ خاصان خدا سے اور یہ توسل ہی مختلف فیہ ہے۔"

شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اکثر فقہاء اس کو ناجائز کہتے ہیں اور جو
کہتے ہیں وہ بھی زیارت کے[1] وقت بالخصوص جس توسل میں اہل قبور کو ندا ہو اور اختلاف سے
توسل بالانبیاء علی نبینا وعلیہم السلام کو شیخ علیہ الرحمۃ خارج فرماتے ہیں گو بعض اس میں بھی اختلاف
کرتے ہیں لیکن چونکہ یہ مسئلہ توسل کا مبحث سے خارج ہے۔ لہٰذا اس وقت اس سے
بحث نہیں مطلب یہ نکلا کہ حسب تحریر حضرت شاہ صاحب و شیخ علیہ الرحمۃ استعانت و استمداد
بالغیر بصورت مذکورہ جس میں توہم کیا تیقن استقلال غیر اللہ تعالےٰ کا موجود ہے شرک و مخالف
ملت حنفی کے ہے اور کوئی بزرگ اور ولی اور اہل کشف اس کے جواز کا نہ قائل ہوا نہ ہو
چاہیے قیامت تک ہو اور جس نے استمداد و استعانت بالغیر جائز کہا ہے گو اس کے
الفاظ کچھ ہی ہوں اُس کا مطلب بھی توسل ہی ہے۔ جس میں سوال خدا سے ہوتا ہے اور

---

[1] حاشیہ مذکورہ بالا میں اس کا قرینہ بھی ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

۵۲ قولہ "اُس کا مطلب بھی توسل ہے" مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنے رسائل مخالفین کو
باوجود طلب اور الضاعف قیمت ادا کرنے کے بھی نہیں دیتے لیکن اتفاق سے خان صاحب
کا رسالہ حیات الموات ہم کو مل گیا اُس میں خان صاحب نے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی
کی عبارت مذکورہ اشعۃ اللمعات کی نقل کر کے عربی شرح کی عبارت نقل فرمائی۔ پھر جذب القلوب
کی۔ اسی طرح جذب القلوب شریف میں توسل و استمداد بروجہ مذکور بیان کر کے فرمایا:

"ورود نفی قطعی در وے ہمایت نیست بلکہ عدم نفی بر منع آن کافی ست"

(ص ۹۴)

پھر شیخ الاسلام کا کلام کشف الغطاء سے نقل فرماتے ہیں:

معطی اور مسئول اور مامول خدا ہے نہ غیر خدا اور استعانت و استمداد جس میں زید و عمرو کا اختلاف ہے وہ کسی بزرگ و ولی کی مراد نہیں۔ گو لفظاً استمداد و استعانت کا ہی کیوں نہ ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳) انکار استمداد را وجہے صحیح نے نماید مگر آنکہ از اول امر منکر شوند تعلق روح بہ بدن را بالکلیۃ و آن خلاف منصوص است و بدین تقدیر زیارت، وا زملتن بقبور ہمہ لغو دلیے معنی گردد و این امرے دیگر است کہ تماز راخبار و آثار اول برخلاف است و نیست صورت استمداد گر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندہ مقرب یا ندا کند آن بندہ را کہ اے بندہ و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا تعالیٰ مطلوب مراد و رو وے ہیچ شائبہ شرک نیست۔ چنانکہ منکر وہم کردہ۔ بالالتقاط حیات الموات ص ۹۴؟

خان صاحب کے طرز پر۔ چار عبارتیں اشعۃ اللمعات و شرح عربی و جذب القلوب و کشف الغطاء کی اس پر متفق ہیں کہ استمداد و استعانت کے اور کچھ معنی ہی نہیں۔ بجز اس کے کہ کوئی محتاج اپنی حاجت خدا سے بوسیلہ اولیاء طلب کرے۔ یا اولیاء سے خدا کے دربار میں شفاعت چاہے اور جو صورت استمداد و استعانت بالغیر کی ہے وہ کسی کی مراد ہی نہیں کیونکہ چاروں جگہ حصر کر کے فرماتے ہیں کہ استمداد و استعانت کے بجز اس کے اور کچھ معنی ہی نہیں۔ پھر اس کے سوا اگر کوئی اور معنے بیان کرے گا تو وہ معنی ہرگز ہرگز مقبول نہ ہوں گے تو ہماری عرض ثابت ہو گئی کہ دنیا میں کسی معتبر اور مستند بزرگ عالم کے کلام سے ہرگز استعانت و استمداد کی صورت متنازعہ فیہا کا جواز نہیں نکلتا ان کی مراد یہی توسل کی دو صورتیں بالا ہیں اور بس۔ کسی نے اپنے کلام میں اس معنے کو صاف کھول کر حصر کے ساتھ بیان فرمایا

اور اگر مراد استعانت و استمداد حقیقی ہے تو اُس بزرگ سے کسی دوسرے بزرگ کے
کلام کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے اور استمداد و استعانت کے لفظ سے اس سنے دھوکا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷) کسی نے بنا بر شہرت ذکر نہ فرمایا اور شہرت ہی کو قرینہ تعین مراد کا بنا دیا
کیونکہ جب کوئی مسلمان بھی استعانت و استمداد کے جواز کا قائل نہ تھا تو پھر وہ معنے مراد
ہی کیسے ہو سکتے تھے۔ یہ اُن حضرات کو کیا معلوم تھا کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو اس
شرک اور حرام فعل کو عین ایمان و دین بنا کر یہ معنے مراد لیں گے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی
شخص تعظیم و تکریم کے معنے عبادت کے لے کر یہ کہنے لگے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم
و اولیاء عظام کی عبادت کرنی فرض ہے اور تمام آیات و احادیث و اقوال علماء عظام جو
تعظیم و تکریم انبیاء و اولیاء علیہم السلام پر دال ہیں نقل کرنے لگے اور اُن سے استدلال پکڑنے
لگے تو جواب یہی دیا جائے گا کہ تعظیم و تکریم کے معنے عبادت کے ہرگز ہرگز نہیں دنیا میں کسی مسلمان
کی یہ مراد ہو نہیں سکتی۔ اگر یہ حضرات اپنے کلام کی مراد بھی ظاہر نہ فرماتے تب بھی یہی معنے
متعین تھے مگر مخالفین سے ہرگز ہرگز اُمید نہ تھی کہ اس سیدھی اور سچی بات کو قبول فرماتے
مگر اب کیا ہو سکتا ہے کہ وہ حضرات خود ہی تصریح فرما گئے کہ سوا اس کے کچھ استمداد کے
معنی ہو ہی نہیں سکتے اور نہ اس کے سوا کوئی صورت ہے۔ تو اب ہر بزرگ کے کلام میں
جہاں بھی جواز استمداد و استعانت کا لفظ ہو گا یہی توسل مراد ہو گا نہ غیر فتفکر و تدبر و کن
من الشاکرین۔ اس تحقیق و تحقیق بالا سے جہاں ملائکہ علیہم السلام سے باوجود تصرف ثابت
ہونے کے استعانت و استمداد کا عدم جواز بیان کیا ہے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بعض حضرات
نے جو مسئلہ استمداد کو مسئلہ سماع موتٰے و تصرفات اموات کی فرع قرار دیا ہے

کھایا ہے۔ اصل میں جو لفظ استمداد و استعانت کا تھا اُس سے حقیقی استمداد و استعانت سمجھ لی۔ یا مراد صورت ثالثہ ہے جو کرامت یا اعجاز کا فرد ہے اور ایک وقتی بات ہے جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵) صحیح نہیں۔ کیونکہ ان صاحبوں کا یہ خیال ہے کہ جب موتیٰ کو روحی سماع ثابت اور ارواح اولیاء و انبیاء علیہم السّلام کو موت کے بعد قدرت و تصرف روحی اور زیادہ ہو جاتا ہے تو اب اُن سے سوال و استمداد کیوں نہ جائز ہو۔ حالانکہ اگر بالفرض یہ سب کچھ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اُن کی روح بلا واسطہ کان کے سنتی بھی ہے اور اُن کو قدرت و تصرف روحی بھی ہے اور دنیا میں رات دن جو کچھ بھی ہوتا ہے وہی خداداد قدرت سے کرتے ہیں اور فرشتوں سے بھی زیادہ اُن کو قدرت و تصرف روحی ہے۔ تب بھی جواز استمداد ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فرشتوں سے جب سوال و استمداد ان امور میں جو اُن کے متعلق ہیں جائز اور ثابت نہیں۔ تو اموات سے استمداد و استعانت کیسے جائز ہو سکتی ہے حالانکہ یہاں تو سماع بھی مختلف فیہ اور کسی کام کا تصرف دائمی بھی ثابت نہیں۔ اور یہ کہ کس کے متعلق کون سا کام ہے اور کس کے کون سا۔ تاکہ جس کے جو ہ م متعلق ہے اُسی کا اُس سے سوال کیا جائے اور یہ کس طرح ثابت ہو گا کہ ہر ولی و نبی کو جملہ امور کا اختیار ہے۔ علاوہ ازیں یہ سماع روحی و تصرف روحی کیا کفّار و شیاطین و جنات و ارواح خبیثہ کو ثابت نہیں گو مومنین سے کم اور اُن کو اعلیٰ اور اِن کو ادنیٰ اور چھوٹی باتوں کا ہو تو کیا کوئی مسلمان اِن سے بھی استمداد و استعانت کے جواز کا قائل ہو جائے گا۔ لہذا یہ مسئلہ سماع موتیٰ و تصرف روحی کی ہرگز فرع نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے ثبوت مستقل کی ضرورت ہے جو مجوزین استمداد سے خدا چاہے ناممکن ہے۔ اور چونکہ سماع موتیٰ ابحث سے خارج ہے اس

شرائط مخصوصہ کے ساتھ مخصوص ہے جس کا حکم عام نہیں ہو سکتا۔

توضیح مرام یہ ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اُن حضرات میں ہیں کہ جو استمداد و استعانت بالاولیاء والانبیاء علی نبینا وعلیہم السلام کو نہایت زور سے ثابت فرماتے ہیں اور مجوزین بھی اُن کے کلام کو نہایت زبردست۔ اور قوی دلیل سمجھ کر پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات باب زیارت القبور میں فرماتے ہیں:

"اما استمداد باہل قبور و غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا غیر انبیاء علی نبینا وعلیہم السلام منکر شدہ آنرا بسیارے فقہا الخ"

پھر فرماتے ہیں:

"و اثبات کردہ اند مشائخ صوفیاء کرام و بعض فقہا رحمۃ اللہ علیہم و ایں امر محقق و مقرر ست نزد اہل کشف و کمال از ایشان تا آنکہ بسیارے را فیوض و فتوح ارواح رسیدہ الخ"

اور باب الجہاد میں فرماتے ہیں:

"اما استمداد اہل قبور منکر شدہ اند آنرا بعضے فقہا اگر انکار از جہت آنست کہ سماع و علم نیست ایشانرا"

پھر فرماتے ہیں:

"و آنچہ مروی و محکی ست از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل و

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶) وجہ سے اُس کی تحقیق کو اُس کے موقع سے طلب کرنا چاہیئے یہ اُس کا موقع نہیں ۱۲ منہ

استفادہ ازاں خارج از حصرست و مذکورست در رسائل ایشاں و مشہورست میان ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنم و شاید کہ منکر و متعصب را سود نکند کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذلک۔ سخن دریں جا از وجہ علم و شریعت است آرے مروی و مسنون در زیارت سلام بر موتے و استغفار مر ایشاں راد قرأت قرآن است لیکن دریں جا نہی از استمداد نیست پس زیارت برائے امداد مر موتے را و استمداد از ایشاں ہر دو باشد بر تفاوت حال زائر و مزور"

پھر فرماتے ہیں:

" و کلام دریں مقام بعید اطناب و تطویل کشید برزعم منکران کہ در قرب ایں زماں فرقہ پیدا شدہ کہ منکر اند استمداد و استعانت را از اولیائے خدا کہ نقل کردہ شدہ اند از دار فانی الخ"

پھر فرماتے ہیں:

" و عمر ہاست کہ تحقیق و تفصیل ایں مسئلہ منظور خاطر فاطر بود الآن توفیق الٰہی بدان مساعدت کرد والحمد للہ"

ظاہر ہے کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے برسوں کی اُمید کو پورا فرمایا ہے اور بہت زور شور سے استمداد بالاولیاء والانبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کو ثابت فرمایا ہے کہ غالباً ان سے زیادہ اور کسی نے بیان نہ فرمایا ہوگا۔

شیخ علیہ الرحمۃ ودیگر صوفیائے کرام نے جہاں کہیں استعانت بالغیر کو جائز کہا ہے اس سے مراد توسل ہے

مگر جب استعانت واستمداد کے معنی بیان فرمائے تو معلوم ہو گیا کہ اُن لو استمداد اور استعانت متکلم فیہا سے تعلق ہی نہیں وہ توسل میں اختلاف بیان فرما کر توسل کے جواز کو بیان فرماتے ہیں جس میں سوال خدا ہی سے ہوتا ہے یہ صورت جو آجکل مختلف فیہا ہے اس سے کچھ بھی بحث نہیں اسی طرح اگر کسی دوسرے بزرگ نے بھی استمداد واستعانت کو جائز فرمایا ہے تو اُس کی مراد بھی یہی توسل ہے جس کو اکثر فقہائے کرام منع فرماتے ہیں اور بعض جائز یا مراد وہ صورت ہے جس کو تیسرے احتمال میں بیان کیا ہے جو کرامت واعجاز کا فرد ہے اور خاص وقت خاص شرائط خاص مستعین کے ساتھ مخصوص ہے اگر کسی بزرگ کے کلام میں تاویل کی گنجائش نہ ہو اور استمداد حقیقی مراد ہو تو تب بھی مراد توسل ہی لینی چاہیئے کیونکہ شیخ علیہ الرحمۃ اپنی مراد خود بیان نہ فرماتے تو کوئی قرینہ توسل کے لینے کا نہ تھا مگر مراد شیخ علیہ الرحمۃ کی توسل ہی تھی اسی طرح دوسرے حضرات کے کلام کا بھی یہی محمل صحیح ہونا چاہیئے کیونکہ جب ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ استمداد واستعانت کو بلا قرینہ صارفہ بول کر بھی توسل ہی مراد لیتے ہیں تو اب آنحضرت کے کلام میں اس معنی کے مراد ہونے میں کیا تامل رہا۔ استعانت سے توسل کا مراد ہونا گویا ان کے نزدیک متعارف

ہے کہ قرینہ کا بھی محتاج نہیں۔

اگر کسی بزرگ کے کلام میں بفرض محال اسی کی تصریح نکل آوے کہ استمداد واستعانت مختلف فیہا جائز ہے تو اس بزرگ سے ضرور کسی دوسرے بزرگ کے کلام کے سمجھنے میں غلطی واقع ہوئی ہے چونکہ اصل کلام میں لفظ استمداد واستعانت کا تھا اور کوئی قرینہ ظاہرہ صارفہ توسل کی مراد پر نہ تھا تو انہوں نے استمداد حقیقی سمجھ لی یہ حقیقت میں سمجھ کی غلطی ہے اور اصطلاح سے ناواقفیت ورنہ کوئی بزرگ سلف سے اس استمداد واستعانت کا قائل نہیں جس کو زید اور اہل زمانہ جائز کہتے ہیں جس کا شرک وکفر اور ناجائز ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔

اس مختصر مگر نہایت جامع ومانع توضیح کے بعد مزید توضیح کی ضرورت نہیں ہے مگر جن حضرات نے جواز استمداد واستعانت بالغیر میں رسائل تحریر فرمائے ہیں اُن کی نسبت بھی کچھ بالاجمال بحث نفع سے خالی نہیں معلوم ہوتی اس وجہ سے عرض ہے کہ اس وقت ہمارے زیر نظر تین خوانین صاحبوں کے رسالے اس بحث میں ہیں ایک تو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا رسالہ برکات الامداد لاہل الاستمداد۔

دوسرا اکرامات امداد اللہ فی الاستمداد من اولیاء اللہ۔ مؤلفہ مولوی کرامت اللہ خان صاحب دہلوی جن کا سوال آیا تھا۔

تیسرا افضل الخطاب جس میں مولوی ریاست علی خان صاحب شاہجہان پوری نے اہل حق کو وہابی اور سچے احناف کو غیر مقلد بنانے کی کوشش فرمائی ہے۔

خلاصہ استدلالات مجوزین استعانت بالغیر

ان جملہ حضرات کے استدلالات کا خلاصہ ایک ہی ہے شاید کچھ خال خال ہی اختلاف ہے ورنہ اصل استدلال میں فرق نہیں حاصل کلام مجوزین ثلاثہ کا یہ ہے کہ استعانت اور استمداد بالغیر یا غیر کو مستقل بالذات جان کر ہے تو یہ مسلم حرام اور شرک ہے اور یا غیر کو قدرت اعطاء سے تسلیم کرنے کے بعد استمداد و استعانت کو شرک اور حرام اور منع کہا جاتا ہے تو یہ قرآن سے حدیث سے اقوال و افعال بزرگان سے ثابت ہے لہٰذا اس کا منکر وہابی غیر مقلد گستاخ و بے ادب، بے نصیب خدائے کریم و رسول صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ اولیائے کرام و کافہ مومنین و مومنات کو کافر و مشرک کہہ کر خود ہی گمراہ بے دین کافر قرار پاتا ہے۔

مگر ظاہر ہے کہ جب اصل مبحث ہی کو رلا دیا گیا اور جو دو احتمال متفق علیہما تھے انہی پر اقتصار فرمایا تو اب دلائل کی تعداد سینکڑوں سے کم کیسے رہ گئی اور قرآن و حدیث و آثار صحابہ و اقوال سلف صالح کیسے ممد نہ ہوں گے۔ اور ہر شخص ایک رسالہ کیوں نہ لکھ دے گا اور منکر کو کافر مشرک کیوں نہ کہا جائے گا لیکن دیکھنا تو اب یہ ہے کہ انصافاً و دیانتاً کون صاحب قلم اٹھاتے ہیں اور تین سو ساٹھ تو درکنار ایک ہی آیت شریفہ یا حدیث صحیح یا قول سلف پیش کرتے ہیں۔ بجائے دو کے ہم نے چار صورتیں استمداد و استعانت بالغیر کی پہلے عرض کر دی ہیں چوتھی صورت کو فقط متنازعہ فیہا ظاہر کیا ہے اس کے جواز کی دلیل انشاء اللہ تعالیٰ آسمان زمین میں کہیں بھی نہ ملے گی چنانچہ خدا چاہے ابھی ظاہر ہو جائے گا واللہ تعالیٰ ہو المستعان و علیہ التکلان۔

چونکہ ان تمام رسائل میں خان صاحب بریلوی کا رسالہ پہلا ہے اور بقیہ رسائل کا بھی

گویا دہائی ہند ہے اس وجہ سے زیادہ بحث اُسی سے ہوگی جو کسی دوسرے رسالے میں
خاص اہم ہے اس کو بھی لے لیا جائے گا۔
جناب خان صاحب۔ نے برکات الامداد کے صفحہ ۱۲ و ۱۷ پہ پچیس کتابیں علمائے
سلف کی اور تین مولوی فضل رسول صاحب بدایونی کی اور ایک رسالہ فیوض ارواح القدس
اور چھ رسالے اپنے گنائے ہیں جن میں استمداد اور استعانت بالغیر کا جواز ثابت کیا
گیا ہے غرض ۳۵ کتابوں کی نسبت یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ ان میں یہ مسئلہ مذکورہ نہایت
زور شور سے ثابت کیا گیا ہے۔

آیات منقولہ مجوزین مثبت مدعا نہیں

مگر افسوس ہے کہ خان صاحب کی تصانیف سے اس وقت یہ دو رسالے برکات
الامداد اور انہار الانوار موجود ہیں انہیں کے دلائل سے ہم بحث کرتے ہیں اور گو ہم کو خان
صاحب کی نقل کردہ عبارت کا اصلاً اعتبار نہیں ہے مگر اس وقت انہیں کے نقل کردہ
پر بحث کریں گے۔
یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مورد نزاع ضرور ملحوظ رکھا جائے یعنی ہمارا اختلاف
فقط صورت رابعہ میں ہے جو دلیل اس کو مثبت ہوگی اس کا جواب تو ہمارے ذمہ ہوگا ورنہ
پہلے بالصراحت عرض کر چکے ہیں کہ صورت ثانیہ اور ثالثہ کے جواز کے ہم خود بھی قائل ہیں اور
توسل حسب تفسیر شیخ علیہ الرحمتہ مبحث سے خارج ہے:
اور یہ نہ اچھا ہے عنقریب ظاہر ہوگا کہ مخالفین نے جو کچھ بھی ارشاد
فرمایا ہے وہ فقط صورت ثانیہ اور ثالثہ کے جواز تک محدود ہے یا توسل

اُن کا مقصود صورت رابعہ کا لیس ذکر نہیں تو اب مثبتین استمداد نے ثابت کیا فرمایا جس کا جواب ہمارے ذمہ ہو۔

چنانچہ ملاحظہ ہوں آیات:

۱۔ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔

اور:

۲۔ وتعاونوا علی البر والتقویٰ۔ برکات: ص

اور:

۳۔ وابتغوا الیہ الوسیلۃ الخ انہار ص ۱۷

اور:

۴۔ وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر۔

اور:

۵۔ لتومنن بہ ولتنصرنہ

اور:

۶۔ والذین اووا ونصروا اولئک ہم المومنون حقاً۔

اور:

۷۔ یا ایہا الذین امنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسیٰ بن مریم للحواریین الخ کرامات ص ۱۸ و ۲۲ و ۲۵

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ ان آیات سے اور مقصود سے کیا تعلق اوّل میں وسیلہ ہے اور [illegible] میں نصرواعانت امور عادیہ میں مراد ہے جو صورت ثانیہ کا فرد ہے یا

وسیلہ مراد ہے۔ اس کو کسی نے کب منع کہا ہے چونکہ مطلق استعانت کے عدم جواز کا
محض فرضی اور خلاف واقع احتمال لے لیا ہے۔ اس واسطے جہاں کہیں عون نصر مدد کا لفظ
دیکھا لکھ دیا کیا صبر وصلوٰۃ بھی کوئی ولی صاحب تصرف ہیں جن سے حوائج میں سوال کیا جاتا
ہے کہ اے صبر وصلوٰۃ ہمارا فلاں کام اپنے خداداد قدرت کاملہ سے کردو مطلب یہ ہے
کہ تم صبر کرو نماز پڑھو[۵] اور امور عادیہ جو طاقت بشریہ کے تحت میں داخل ہیں اور دنیا کا کارخانہ
بھی اسباب کے ساتھ مربوط ہے ان میں کب بحث تھی جو بقیہ آیات تحریر فرمائی ہیں قرآن
شریف سب حق مگر یہ نہیں کہ جس مدعا کو ثابت کرنا چاہا ہو اس کے لیے کوئی آیت پڑھ دو
ناظرین اوراق نے قرآن شریف کے استدلال کو تو ملاحظہ فرما لیا اب احادیث کو بھی ملاحظہ
فرمالیا جاوے۔

جناب خان صاحب نے اس رسالہ میں ۴۲ احادیث پر اکتفا فرمایا ہے مگر ایک رسالے
کی نسبت یہ ارشاد ہے کہ تین سو ساٹھ[۱؎] آیتوں حدیثوں سے اپنا مدعا ثابت فرمایا ہے۔

۱۔ استعینوا بالغدوۃ والروحۃ الخ۔

۲۔ استعینوا بطعام السحر الخ

۳۔ استعینوا علی النساء بالعری الخ۔

۴۔ استعینوا علی انجاح الحوائج بالکتمان۔

۵۔ انا لا نستعین بمشرک۔

۶۔ استمدہ علی قومہم فامدہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

---

۵ نعمت پر شکر ادا کرو مزید برآں اطاعت کرو تمہارے کام پورے ہوں گے ۱۲ منہ

۷۔ تعال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود۔

۸۔ اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ۔

۹۔ اطلبوا الفضل عند الرحماء من امتی الخ ۳۵

یہاں تک خان صاحب نے بیس کا عدد پورا کیا ہے اور ایک حدیث جو متعدد طرق یا تبخیر الفاظ منقول ہوئی ہے۔ اصطلاح محدثین کے موافق اس کو مستقل قرار دے کر ثلاثین تک پہنچے ہیں اور آخر میں فرماتے ہیں:

"یارب مگر استعانت اور کس چیز کا نام ہے اس سے بڑھ کر اور کیا صورت استعانت ہوگی"

جناب والا ارشادِ عالی بالکل صحیح ہے یہ تمام صورتیں استعانت اور استمداد کی ہیں یہاں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں مگر بکمال ادب عرض یہ ہے کہ آیا یہی صورت متنازعہ فیہا ہے اسی کو حرام اور ممنوع کہا گیا ہے یہ استعانت تو صورت ثانیہ کا فرد ہے۔ اُمور عادیہ جن پر دنیا کا کاروبار موقوف ہے جس میں کسی کافر کو بھی توہم استقلال مستعان بہ کا نہیں ہے اس استعانت کو کس نے اور کب منع اور حرام و شرک کہا ہے اس طرح سے تو آپ نے صبح سے شام تک جو ہزارہا چیزیں آدمی ایک دوسرے سے مانگتا ہے۔ اُنہیں کو گنا دیا ہوتا احادیث کی نقل کی بھی ضرورت نہ ہوتی اور پہلے کی چار حدیثوں میں توسل مراد ہے جو بحث سے خارج ہے۔

مولوی کرامت اللہ خان صاحب نے اپنی احادیث پر ایک حدیث واللہ تعالےٰ

فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ کرامات کے ص ۱۸ پر زیادہ تحریر فرمائی ہے بقیہ احادیث مشترک ہیں۔

اس حدیث میں بھی وہی استعانت اسباب عادیہ کی ذکر فرمائی ہے کہ جو عالم اسباب میں مسببات کا تعلق اپنے اسباب سے ہے اس میں یہ کہاں ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص بندوں کو اختیار تمام امور کلیہ و جزئیہ کا دے کر کارخانہ عالم کے نظام ظاہری اور باطنی کی باگ انہی کے ید قدرت میں دے دی ہے اب انہی سے عون و مدد چاہا کرو۔ اس مضمون کی کوئی حدیث دستیاب ہو تو پیش فرمائیے۔

دسویں حدیث اور خان صاحب کے حساب سے ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ کا عدد اس حدیث سے تغیر الفاظ پورا ہوتا ہے:

"واذا ضل احدکم شیئاً واراد عوناً وہو بارض لیس بہا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عباداً لایراہم وفی روایۃ اعینوا یا عباد اللہ"

اور ایک اور روایت میں فلینادا حبسوا برکات ص ۱۵۔

یہ حدیث منجملہ ان دلائل قویہ کے ہے جس کو مثبتین استمداد ندائے غائب بعید میں بھی نہایت زبردست حجت خیال فرماتے ہیں ہم نے چونکہ کسی حدیث کے رجال میں بحث نہیں کی لہذا اس کے بھی معنی ہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ان احادیث سے مخالفین ہمارے نزدیک کچھ بھی نفع نہیں اٹھا سکتے۔

حدیث اعینوا یا عباد اللہ کا صحیح مطلب

ندائے غائب بعید میں یہ حدیث گویا بالکل صریح ہے مگر ادنیٰ تامل سے واضح

ہے کہ یہ مدعا بھی اس سے ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ حدیث سے یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ وہ عباد اللہ کہاں ہیں اس کے قریب ہیں یا بعید ہیں ہاں یہ اُن کو نہیں دیکھتا مگر ظاہر ہے کہ متکلم کا نہ دیکھنا مخاطب کے قرب و بعد یا سماع و عدم سماع کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ مگر یہ بات ہمارے بحث میں داخل نہیں۔

ہاں یہ ثابت کرنا ہے کہ اس سے مسئلہ استمداد کی صورت متنازعہ فیہا کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔

اوّل تو یہ معلوم نہیں کہ وہ عباد اللہ کون ہیں ابدال ہیں یا ملائکہ یا جن۔ گو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوّل کو اظہر لکھا ہے دوسرے اصل بات جو کام کی ہے وہ یہ ہے کہ اعانت کے معنی کیا ہیں آیا وہ اعانت بطریق شفاعت و دعا ہے یا خداوند عالم نے اُن کو اس امر کے لیے خاص مقرر کر کے ان کو جانور وغیرہ کے روکنے اور لانے پر مقرر فرمایا ہے۔

اگر یہ مراد ہے کہ اے عباد اللہ آپ خدا سے دعا فرمائیں کہ میری چیز گم شدہ مل جائے اور یہ دعا ہی اعانت ہے تب تو یہ توسل ہوا جس کو ہم بھی جائز کہتے ہیں اِس کو استمداد متنازعٌ فیہا سے کیا غرض یہاں تو سوال بھی عباد اللہ سے ہونا چاہیئے اور یہی حاجت روا ہیں نہ کہ وسیلہ اور شفاعت اور دعا کرنے والے۔

اور اگر یہ مراد ہے کہ ان عباد اللہ کو اللہ تعالےٰ نے اس امر کی قدرت دی ہے کہ جس کی جو چیز گم ہو جائے یا جانور بھاگ جاوے تو وہ اس کو پکڑ کر جس کو چاہیں لادیں

---

[1] یعنی استعانت بالغیر میں سوال بھی غیر سے ہونا چاہیئے اور حاجت روا بھی غیر ہی گو قدرت عرضی ہو ۱۲ منہ

جس کو چاہیں نہ لادیں اور وہ لوگ ایک خاص جگہ میں وہیں سے تمام دنیا کے مسافروں کی آوازیں سُنتے ہیں حاجت روائی فرماتے ہیں تو اس کا جواب ہم جب عرض کریں گے جس وقت آپ صاحب اس کو ثابت فرماویں گے فقط آپ کے فرمانے سے دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔

اور اگر اس کو بھی تسلیم کرلیں کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کو اس کام کے لیے مقرر فرمایا ہے اور قدرت تامہ بھی مرحمت فرمائی ہے اور یہ اُن کا فرض منصبی بھی ہے تو پھر حدیث کے یہ الفاظ کہ وہ شخص جنگل میں ہو جہاں کوئی انیس بھی نہیں ارض فلات بھی ہو وہاں جانور گم ہو جائے یا کوئی چیز تب عباداللہ سے اعانت چاہے ان تمام قیود کے بعد کوئی صاحب فرماویں کہ اس حدیث کا یہ مدعا کب ہے کہ جنگل یا گھر میں اور جنگل میں بھی تمام حوائج عباداللہ سے طلب کرے یہ کس عبارت کا مفاد ہے۔

اور اگر بفرض محال اس کو بھی تسلیم کرلیں تو پھر کسی خاص شخص کا نام لے کر استعانت چاہنی کہ اسے کا تو فہمید تم یہ کرد اور وہ کرد کون ثابت کرے گا۔

اور اگر اس ممتنع کو بھی مان لیں تو پھر جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم و اولیائے کرام حیًّا و میتًّا سے استمداد استعانت ہر امر میں جائز یہ کس قیاس کا نتیجہ ہے جس کو جناب مولوی ریاست علی خان صاحب فرماتے ہیں کہ منطق نہ پڑھنے سے لوگ وہابی ہو جاتے ہیں۔

حضرت گو ہم کو آپ سے بفضلہ تعالےٰ اکم منطق نہ آتی ہو مگر منطق کے نہ آنے کا ہم کو غم بھی نہیں ہے منطق سے جو نتیجہ ہے وہ بفضلہ تعالےٰ و بطفیل اتباع سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدام سنّت کو حاصل ہے۔ آپ اس حدیث سے قیاس بنا کر یہ نتیجہ نکال دیں۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ فلاں شخص فلاں خاص حالت میں فلاں اشخاص سے اعانت طلب کرے اور نتیجہ یہ نکلے کہ ہر شخص

ہر حالت میں ہر لفظ سے۔ جس شخص سے چاہے استعانت کرے تب ہم بھی شکل مبارک
کے نتائج پر کچھ عرض کر کے منطق کو بھی خدا چاہے دکھا دیں گے ان سب کے علاوہ
بے تکلف بات یہ ہے کہ جب قواعد شرعیہ سے ندا غائب نا جائز ہے اور اس حدیث
میں وارد ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ حکم مخالف قیاس مورد نص پر مقتصر رہتا ہے اس لیے
دوسرے موقع میں ایسی ندا کو جائز نہ کہا جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ گو منادی ہمارے
نزدیک غائب ہے لیکن اجازت منصوصہ باوجود نہی عن نداء الغائب قرینہ ہے اس کا کہ مورد
نص میں منادی حاضر ہے گو محسوس نہ ہو مثلاً ملائکہ خاصہ ہوں یا اور کوئی مخلوق خفی سو چونکہ دوسرے
مقام پر منادی نہ محسوس ہے نہ اُس کا قرب ثابت بالیقین اس لیے وہ ندا بحالہ نا جائز
رہے گی۔ یہ اس استدلال پر اجمالی نظر ہے اہل فہم غور فرمائیں گے تو مفصل سمجھ میں آجائے
گا کہ صورت رابعہ متنازعہ فیہا سے اس حدیث کو کچھ بھی سروکار نہیں جس حدیث میں اس
قدر احتمالات مخالف موجود ہوں اُس سے مدعا کا ثابت فرمانا کس طرح متصور ہے بالخصوص
جب مدعیٰ کے امتناع شرعی پر دلائل قطعیہ یا کم از کم مسلمہ فریق مخالف قائم ہوں۔
نمبر ۷ کی حدیث ربیعہ بن کعب سلمی کی جس میں فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اُن سے
فرمایا تھا۔ سنیئے

فاعطیك قال فقلت أسألُكَ مرافقتك فی الجنة قال اوغیر ذلك
قلت هو ذلك قال فاعنی علی نفسك بكثرة السجود۔

اس حدیث کے بعد خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"جس سے ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت رفع فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت
کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں جب تو بلا تقیید و بلا تخصیص فرمایا

ماتگ کیا مانگتا ہے"
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

"از اطلاق سوال کہ فرمودش بخواہ تخصیص نکرد بہ مطلوبے خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود دہد فان من جودک الدنیا وضرتہا ومن علومک علم اللوح والقلم"

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقات میں فرماتے ہیں:

"ویوخذ من اطلاقہ صلی اللہ علیہ وسلم الامر بالسوال ان اللہ تعالیٰ ملکہ من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق"

پھر بعد ترجمہ کے فرماتے ہیں:

"وذکر ابن سبع فی خصائصہ وغیرہ ان اللہ تعالیٰ اقطعہ ارض الجنۃ یعطی منہا ما شاء لمن یشاء"

پھر بعد ترجمہ کے فرماتے ہیں:

"امام اجل سیدی ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی"

جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

"انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ الذی جعل خزائن کرمہ وموائد نعمہ طوع یدیہ وتحت ارادتہ یعطی منہا من یشاء ویمنع من یشاء"

(برکات الامداد ص ۱۸،۱۹،۱۱)

اس حدیث سے تو یہ مدعا خدا اچھا ہے قیامت تک بھی حاصل نہیں ہو سکتا جس کو

خان بریلوی اور دہلوی صاحبان ثابت فرمانا چاہتے ہیں سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا انکار نہیں اس میں تو آپ کا کوئی بھی شریک نہیں ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ نہ خدا ہیں نہ خدائی صفات مختصہ سے متصف نہ جھوٹی تعریفوں کے محتاج نہ اس سے خوش نہ اس پر مومنین راضی آپ کے (صلی اللہ علیہ وسلم) کمالات صحیحہ ثابت کیا کم ہیں۔

ربیعہ ابن کعب اسلمی کو آپ کا ارشاد ایک وقتی بات تھی جس طرح سلاطین زمانہ یا امراء وقت اپنے خدام سے خوش ہو کر فرماتے ہیں :

کہ مانگ کیا مانگتا ہے تو ہر شخص جانتا ہے کہ مقصود متکلم کا یہی ہوتا ہے کہ جو چیز ہماری قدرت میں ہے اور ہم تم کو دے بھی سکتے ہیں اور تیرے حال کے مناسب بھی ہے وہ مانگ ہم دیں گے یا عام ہی عطا مقصود ہو مگر یہ قید ضرور ملحوظ ہوگی کہ جو ہماری قدرت میں ہے اور جس کو ہم دے سکتے ہیں وہ مانگ۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ذکر ہے یہ تو معمولی بات ہے دنیا کے بادشاہ بھی جب ایسا کرتے ہیں اور یہی محاورہ ہے تو آپ کے ارشاد عالی کا بھی ضرور یہی مطلب ہونا چاہیئے کہ جو چیز ہماری قدرت میں ہے اور جس کو ہم دے سکتے ہیں ہم سے مانگو۔ اور یہ شفاعت اور دعائے مقبولہ ہے یعنی جو چاہو مانگو اس کے لیے ہم دعا فرمائیں گے وہ مقبول ہوگی، اور تمہارے مقصود کو ہم دیں گے۔ تو اب اس حدیث کا حاصل بھی وسیلہ ہوا نہ استمداد یعنی انہوں نے جنت کی مرافقت کا سوال کیا آپ نے فرمایا کہ اس کام کے حصول میں تم ہماری یہ مدد کرو کہ نماز زیادہ پڑھو یہ لفظ بھی اس معنی کا مؤید ہے ورنہ اگر آپ کو اختیار تام ہوتا اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہ ہوتی تو اس قید کی کیا ضرورت تھی۔

اب یہی مطلب حضرت شیخ قدس سرہ العزیز و علامہ قاری وابن سبع اور ابن حجر کی رحمہم اللہ تعالےٰ کی عبارات کا ہونا چاہیئے۔ چنانچہ باذن پروردگار خود کا لفظ اسی کا مؤید ہے اور یہی معنی اپنے عموم پر باقی رہ سکتے ہیں یعنی ہر شخص کی سفارش اور شفاعت ہر کام میں آپ کر سکتے ہیں اور باذن پروردگار سائل مقصود اور مطلوب کو پہنچ سکتا ہے مگر ظاہر ہے کہ اس سے جواز توسل بذاتہ المقدسہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین ثابت ہوا نہ کہ استمداد اور استعانت کی صورت رابعہ متنازعہ فیہا۔ ورنہ ایسے الفاظ بعض حالتوں میں بزرگان دین بھی اپنے مریدوں سے فرمادیتے ہیں۔ تو کیا تعمیم سوال یہاں بھی اس کی دلیل ہوگی کہ تمام جنت و دوزخ کے مالک و مختار ہیں اور بادشاہ بھی خوش ہوکر یہی کہتے ہیں تو کیا وہ بھی کونین کے مالک ہیں یا وہ کلام غلط ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ کو وحی وغیرہ سے معلوم ہوگیا ہو کہ اس وقت سائل جو سوال کرے گا وہ خداوند عالم پورا فرمائے گا یا اللہ تعالےٰ نے آپ سے کرامۃً داجلالاً ومعجزۃً لہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وعدہ فرمالیا ہو کہ آپ سائل سے فرمائیں کہ جو چاہو تم مانگو ہم دیں گے آپ نے فرمادیا اور وہ ایک وقتی بات تھی جو معجزہ ہوگئی اور یہ بات آپ تو آپ ہی ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ کے خاص خدام اولیائے کرام کو بھی کرامۃً حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اوقات مخصوصہ میں کسی شخص کو فرمادیتے ہیں کہ جو چاہو مانگو ہم دیں گے یہ استعانت بالغیر کی صورت ثانیہ ہے جس کا حال مفصل پہلے عرض کر چکا ہوں اس کے جواز میں کسی کو کلام ہے نہ یہ حکم عام ہے نہ متنازعہ فیہا ہے۔

اس سے یہ کب لازم آیا کہ آپ ہر وقت ہر شے جس کو جس قدر چاہیں اپنے اختیار خداداد سے عنایت فرمائیں اور جس کو چاہیں نہ عنایت فرمائیں یہ تو ایک وقتی بات

تھی جو ہو گئی معجزہ اور کرامت ہمیشہ نہیں ہوتی جس کے قرآن حدیث واقعات شاہد ہیں کہ ہر معجزہ اور کرامت نبی اور ولی کی اختیاری بات نہیں ہے۔

اب حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالےٰ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری کی عبارت مذکورہ کا مطلب بھی واضح ہو گیا کہ وہ ایک وقتی اور خاص بات کا اظہار فرما رہے ہیں اور اگر ابن سبع اور ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالےٰ کی عبارت کا مطلب یہی ہو تو بعید نہیں ہے۔

اگر تاویل کو جی نہیں چاہتا اور حقیقی معنی ہی مراد لیے جائیں اور یہی کہا جائے کہ آپ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بالکل مالک کارخانہ دین ودنیا کے مختار عام ہیں جس کو جو چاہیں عنایت فرمائیں اور جس کو جو چاہیں ممانعت، تو بقرۂ عین بدل وجان ہم کو بھی منظور ہے مگر برائے خدا دلیل بیان فرمائی جاوے جو دعویٰ مذکور کی مثبت ہو یا ان حضرات کا فرمانا ہی حجت مانا منظور ہے اور "سل" کا لفظ عام ہی تسلی بخش دلِ حزیں ہے تو بہت اچھا یہاں اس کے منظور کرنے کو بھی مستعد ہیں۔

لیکن یہ فرما دیا جائے کہ انک لاتہدی من احببت اور لعلک باخع نفسک ان لایکونوا مومنین۔

اور جو دعائیں قبول نہیں فرمائی گئیں اور منافقین کے استغفار فرمانے کے بعد بھی اُن کی مغفرت نہ ہوئی وغیرہ جو اعتراضات پہلے مذکور ہوتے ہیں ان کا کیا جواب ہے۔

اور اگر یوں کہا جائے کہ آپ کو اختیار تو ہے مگر بے مرضی خداوند کریم آپ کچھ نہیں کر سکتے یا نہیں کرتے تو پھر استعانت سے کیا فائدہ ہوا اور استعانت کے جواز پر دلیل کیسے ہوئی جو شخص خود کچھ بھی نہ کر سکے اس سے سوال کیسا۔

اور اگر یوں کہا جائے کہ آپ جارحۃ اللہ تعالےٰ کے طور پر ہیں کرتا وہی ہے مگر آپ

محض مظہر ہیں تو پھر بھی سوال یہی ہے کہ استعانت اور سوال سے نفع کیا اور استعانت کے

جواز سے اس کو کیا تعلق ان دونوں صورتوں میں استقلال ندارد ہے جو استعانت و

استمداد کا مدار ہے۔

اور اگر تمام امور سے قطع نظر کر لی جائے اور سب کچھ آپ کے لیے (صلی اللہ

علیہ وسلم) تسلیم بھی کر لیا جاوے تو یہ حکم فقط آپ ہی سے خاص اور مختص رہے گا تو غیر

سے استعانت و استمداد کیسے جائز ہو جائے گی جس کا دعویٰ ہے دونوں خان صاحب

بغور تامل جواب مرحمت فرمائیں۔

مجوزین استعانت بالغیر کا بڑا استدلال حدیث قیس بن حنف بھی مفید مدعا نہیں

نہایت قوی استدلال جس کو خان صاحب بریلوی انہار کے ص ۱۹ پر اور دہلوی صاحب

کرامات کے صفحہ ۳۰ پر نقل فرماتے ہیں حدیث: اللّٰھم انی اسئلك واتوجه الیك

بنبیك محمد نبی الرحمة صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یا محمد انی اتوجه بك الی

ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللّٰھم فشفعه فی

یہ حدیث مفصل مع قصہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عثمان بن حنیف

سے دونوں صاحبوں نے بیان فرمائی ہے اور بہت ہی خوش ہیں کہ اس میں شاہد مدعا

کا وصال بے حجاب ہے مگر عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ آب نہیں سراب اور ثبوت

مدعی کا خیال محال ہے۔

اگر اس سے ندائے غائب بعید ثابت فرمائیں تو قیاس مع الفارق ہے کیونکہ یہاں ثابت ہے دوسری جگہ کیا دلیل ہے علاوہ ازیں مبحث سے خارج ہے اور اگر استعانت واستمداد کو ثابت فرمائیں تو عرض یہ ہے کہ ملاحظہ ہوں الفاظ حدیث ۔ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد نبی الرحمۃ کے (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تو خدا سے سوال ہے بوسیلہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اور اگلا لفظ فشفعنی۔ اے خدا تو آپ کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما۔ صاف اور ظاہر ہے اس کو استعانت سے کیا تعلق استعانت تو جب ہوتی کہ جب آپ سے سوال ہوتا اور یہاں مسئول اور معطی خدا ہے وہی توسل کی صورت ہوگئی جس کو شیخ علیہ الرحمۃ نے استمداد واستعانت کے معنی میں بیان فرمایا تھا پھر رک گئے اور بھی صاف ہے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری کی جائے یا آپ مجازاً پوری فرمائیں یعنی آپ دعا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائیے تو گویا آپ ہی نے حاجت روائی فرمائی ۔

اب فرمائیے کہ اگر یہ حدیث ہزار طریقوں سے بھی مروی ہو تو اس سے استعانت و استمداد کو کیا تعلق ہے صاحب برکات وکرامات اب اپنی برکت وکرامت ظاہر فرمائیں تو ہم بھی جانیں اس حدیث میں تو فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا توسل ہے نہ استعانت اگر آپ صاحبوں کی مراد بھی استمداد واستعانت سے توسل ہی ہے تو اعلان دیدیجئے کہ غیر اللہ تعالےٰ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے عظام سے توسل یعنی ان کے وسیلہ سے جس میں سوال خدا سے ہو تو جائز باقی اپنی حوائج کو اُن سے طلب کرنا یہ حرام اور شرک ہے ۔ بس قصہ طے ہے گو توسل کو بھی شیخ علیہ الرحمۃ مختلف فیہ فرماتے ہیں مگر توسل

کی صورت اوّل جس میں اموات کو ندا نہ ہو۔ اُس کے جواز میں ہم بھی آپ کے شریک ہیں
سوال اللہ سے ہو کہ اے اللہ فلاں بزرگ کی برکت سے میری حاجت روائی فرما ۔

رہی اس حدیث میں آپ کو ندا تو قصہ اعمیٰ میں تو آپ نے اُن سے فرمایا تھا کہ و
کر کے نماز پڑھو اور دعا مانگو اُسی وقت آپ نے بھی دعا فرما دی ہو اُس سے تو اعتراض
نہیں سکتا۔ ہاں عثمان بن حنیف رضہ نے جو ایک رجل کو تعلیم فرمایا ہے اس کی ندا کی وجہ
بھی ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ فرشتوں کے اطلاع ہوتی ہو یا جو
کوئی خاص یہ دعا مانگتا ہو تو اُس کی مقصد برآری بہ برکت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعا
فرماتا ہو گو آپ کو خبر بھی نہ ہو یا خاص اس دُعا کے وقت آپ کو کسی خاص طریقہ سے
اطلاع کی جاتی ہو اور آپ دُعا فرماتے ہوں، اور یا جو شخص یہ دعا مانگے اُس کے لیے
آپ نے ایک ہی دفعہ دعا فرما دی ہو صلی اللہ علیہ وسلم۔

علاوہ اس کے عثمان بن حنیف نے اُس شخص سے فرمایا تھا کہ مسجد میں جا کر یہ دعا
پڑھ الخ تو متبادر اس سے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا تھا سو وہاں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم قریب ہی تشریف رکھتے ہیں، خود ندائے غائب بھی لازم نہیں آتی وغیرہ وجوہ
اخری مذکورۃ فی حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانیقۃ للعلامۃ مولینا مولوی اشرف علی صاحب
تھانوی دامت برکاتہم۔

اور تحقیقی بات مطلوب ہے تو گوش ہوش سُنیئے فقط ندا اور صیغہ خطاب سے
ہمیشہ مخاطب کو سنانا ہی مقصود نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات صرف اپنی کسی حالت اور
قلبی کیفیت مثل حسرت و افسوس اندوہ و الم شوق و محبت کا اظہار مقصود ہوتا ہے کسی کو
سُنانا ملحوظ نہیں ہوتا اور اس کی مثالیں اس قدر موجود ہیں کہ کسی زبان دانی کی خیانت

بھی اُس میں نہیں چل سکتی اس کے سوا اکثر اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ ندا اور خطاب سے کسی دوسرے کو اپنا مافی الضمیر سنانا اور ما سوا مخاطب کے کسی اور سے در حقیقت خطاب کرنا مقصود ہوتا ہے۔ خود مخاطب کو سُننے اور اُس کے سُنانے کا احتمال بھی نہیں ہوتا اس کی مثالیں بھی ہر زبان اور محاورات میں برابر موجود ہیں۔ حافظ شیراز کا قول تو غالباً سُنا نہ ہو گا ؎

صبا بلطف بگو آں غزال رعنا را

خوانین بدعت ہی فرمائیں کہ ظاہر میں ندا اور خطاب صبا کو ہے مگر مقصود شاعر صرف غزال رعنا یعنی مطلوب کو اپنی سرگردانی اور آشفتہ حالی کا سنانا ہے صبا کا سُنانا نہ اُس کو مطلوب نہ اُس کی حاجت اور یہ طریقہ اہل فہم اور فصحاء و بلغا میں شائع ہے اور مختلف مواقع میں اس طریقہ میں مختلف اغراض اور جُدے جُدے لطائف و نکات منظور اہل نظر ہوتے ہیں جس کو اہل علم و عقل خوب سمجھتے ہیں زیادہ تشریح کی حاجت نہیں تو اب ارشاد یا محمد انی اتوجہ بك الی ربی سے کہ جس میں سوائے ندا و خطاب نہ آپ کی ذات بابرکات سے کوئی سوال ہے نہ التجا۔

خوانین کا ندا غائب اور استمداد و استعانت کو ثابت سمجھ لینا ایسا ہی نہیں کہ جیسا کسی بھوکے نے شوق میں آکر دو اور دو کے جواب میں چار روٹیاں کہا تھا۔ اخوان بدعت کو اگر کچھ بھی عقل و انصاف ہوتا تو سمجھ جاتے کہ جملہ مذکورہ میں گو خطاب حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جناب میں ہے مگر مقصود بالخطاب صرف خالق الکائنات کی جناب میں اپنی عرض اور سوال کو پیش کرنا ہے اور حضرت فخر ممکنات کو مخاطب اور وسیلہ بنانے میں مناسب مقام وہ خوبی ہے جس کو اہل علم و فہم بے تکلف سمجھ سکتے ہیں۔

غرض جو صورت بھی ہو وہ ہمارے بحث سے بالکل خارج ہے کہ ندا کی
ہوئی اور کیوں جائز ہوئی مطلب تو صرف اسی قدر ہے کہ اس حدیث میں توسل کا ذکر ہے
نہ استعانت کا۔

ناظرین یہ ہی تین سو ساٹھ ۳۶۰ آیات اور احادیث کا لب لباب آپ نے ملا
فرمایا کہ ان احادیث اور آیات سے استعانت کی صورت رابعہ کو جو مختلف فیہا ہے
کیا تعلق ہے۔

اس سے زیادہ افسوسناک یہ امر ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص قرآن و حدیث سے
استدلال کرے تو وہ غیر مقلد وہابی ہو جائے اور یہ حضرات چاہے کیسے ہی استدلا
فرمائے جاویں گر پسے اور پکے مقلد۔

اگر یہ فرماویں کہ چونکہ مقابلہ وہابی اور غیر مقلدین سے ہے اس وجہ سے آیات
احادیث سے استدلال پیش فرمایا ہے تو پھر آگے چل کر بزرگان دین کی عبارات
کیوں پیش کی ہیں وہ تو کسی کے قول کو تسلیم ہی نہیں کرتے پھر اس قدر وقت کیوں ضائع
گیا ہے۔

مجوزین استعانت بالغیر امام الائمہ حضرت ابو حنیفہؒ سے جواز استعانت میں کوئی روایت پیش نہ کر سکے

اگر یہ فرمائیں کہ یہ مقلدین منصفین کے لیے ہے تو پھر دست بستہ یہ عرض ہے

کرایسے مسئلہ میں کہ جس میں چودھویں صدی کا مجدد تین سو ساٹھ استدلال قرآن وحدیث سے پیش کردے اس میں ائمہ مجتہدین سے نہ نفس مسئلہ مذکور ہو نہ دلیل۔ جو شخص مدعا سے ہزار کوس دور تک کی روایت پیش کرتا ہے وہ بھی جس کا قول ہاتھ لگے اس کے پاس اگر صاحب مذہب کا قول یا اُن کے اصحاب یا اصحاب اصحاب کا قول ہوتا تو نقل نہ فرماتے۔

خیر جب نہیں اب سہی اگر کوئی روایت امام صاحب سے یا اُن کے اصحاب سے ہو تو پیش فرمادیں یہ تو آیات اور احادیث کے استدلال کی اجمالی حالت تھی۔

اب اہل تصوف وکشف و علماء کے اقوال کو بھی ملاحظہ فرمالیا جائے نہایت ہی دل خوش ہوگا۔ جن بزرگوں کے نام سے دنیا گونج رہی تھی کہ وہ استعانت کے قائل اُن کے نام بابرکات کو بھی ملاحظہ فرمایئے کہ آیا ایک سے بھی صورت متنازعہ فیہا ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔

حضرات صوفیائے کرام کے حوالے بھی جو مجوزین پیش کرتے ہیں

یہ عرض کئے بدون نہیں رہ سکتا میرے لیے معاف ہو کہ عبارت کسی کتاب کی جناب مولوی احمد رضا خان صاحب نقل فرماتے ہیں اُس کا مجھ کو اعتبار نہیں ہے کیونکہ اُن کی بے احتیاطی بلکہ بالقصد تحریف، وتبدیل حسام الحرمین وغیرہ میں ذکر کر چکا ہوں مگر اس وقت اُنہی کے لکھے ہوئے کی تسلیم کر کے جواب عرض کروں گا کیونکہ جو

عبارات جناب موصوف نے نقل فرمائیں اگر وہ محرف بھی ہوں تب بھی جناب خان صاحب کے مدعا کے مفید نہیں۔

واضح ہو کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی و شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کی عبارات جو ان حضرات نے نقل فرمائی ہیں بندہ اُن کو اس وقت نقل نہ کرے گا کیونکہ ان کا حال شروع میں مفصل معلوم ہو چکا ہے بلکہ یہ وقت جو کچھ نازل ہوئی ہے حضرت شیخ و حضرت شاہ صاحب ہی کے کلام سے نازل ہوئی ہے جو کلام ان حضرات کا مثبتین بڑے زور شور سے ثبوت استعانت میں پیش کرتے ہیں اُسی نے استعانت و استمداد کو حرام اور شرک ثابت کیا ہے تو اب وہ کلام نقل کرنا فضول ہے اس وجہ سے ان حضرت کے اس کے علاوہ جو الفاظ اور کلام ہیں وہ بھی اسی معنی پر محمول ہوں گے ہاں ان کے علاوہ جو دوسرے حضرات کا کلام ہے اس کو عرض کرتا ہوں ناظرین انصاف سے ملاحظہ فرمائیں واللہ تعالیٰ ہو المستعان۔

بالجملہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب دہلوی قدس سرہ العزیز و حضرت شاہ صاحب مرحوم کی نظر بھی وسیع ہے۔ جن کلاموں کو خان صاحبوں نے نقل کیا ہے ان کو دونوں حضرات خوب جانتے ہیں اس کے علاوہ خود استمداد و استعانت بالغیر کو زور شور کے ساتھ ثابت فرماتے ہیں کہ جس قدر عبارتیں دوسرے حضرات کی نقل ہوئیں ہیں ایک میں بھی وہ زور نہیں پایا جاتا اس لیے منکرین استمداد و استعانت پر غصہ بھی بہت فرماتے ہیں اور مسئلہ کو لکھا بھی نہایت بسط و تفصیل سے ہے اس بنا پر خوانین وغیرہ اُن کے کلام کو سب سے پہلے ہی تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی و حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہما نے جو معنیٰ استعانت بالغیر کے بیان فرمائے تھے وہی معنی سب بزرگوں کے کلام میں ہونا چاہیئے

تو جو معنی استمداد و استعانت کے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے بیان فرمائے ہیں سب کے کلام میں وہی معنی مراد ہوں گے جس کا حاصل یہ ہو گیا کہ استمداد و استعانت بالغیر کا کوئی قائل نہیں جس میں سوال غیر اللہ تعالےٰ سے ہو اور وہ حضرات جس کے جواز کے قائل ہیں وہ استمداد بمعنی توسل ہے جو صورت متنازعہ فیہا سے بالکل علیحدہ ہے اور یہی معنی استمداد کے حضرت شاہ صاحب سے مولوی کرامت اللہ خان صاحب نے رسالہ فیض عام سے نقل فرمائے تو دونوں صاحبوں کا ایک ہی مطلب ہو گیا۔

اس بنا پر ہم کو کسی بزرگ کے کلام کو نقل کرنے کی اور جواب دینے کی ضرورت نہ تھی مگر محض اجمالاً کچھ بحث اس پر بھی مناسب معلوم ہوتی ہے لہذا عرض ہے کہ غیر مقلدین اور وہابیہ بواصل مخاطب ہیں بلکہ مثبتین استعانت نے وہابیت اور غیر مقلدیت کا اس کو بھی مدار قرار دیا ہے کہ جو استعانت بالغیر کا قائل نہ ہو وہ بھی غیر مقلد وہابی ہے

پس اُن کے مقابلہ میں تو ان عبارات کا نقل فرمانا ہی بے سود ہے کیونکہ جب وہ ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے کلام کو کہ جو احادیث سے مستنبط ہے تسلیم نہیں کرتے تو ان کے مقابلہ میں صوفیائے کرام کے نقل فرمانے سے کیا حاصل۔ وہ تو یہی کہہ دیں گے کہ استدلال از کتاب و سنّت باید جس کا حال پہلے معلوم ہو چکا اور اگر وہ تنزلاً یہاں یہی کہہ دیں کہ خیر قیاس مجتہد ہی سہی تو وہ بھی ندارد اور اجماع سو وہ استعانت و استمداد کے جواز پر تو ہو ہی نہیں سکتا ہاں عدم جواز پر ضرور معلوم ہوتا ہے بلکہ ہے پھر وہابیہ اور مقلدین کے مقابلہ میں تو یہ حضرات لب بھی ہلا نہیں سکتے۔

حضرات اکابر کے اقوال سے جو مجوزین استعانت نے استدلال فرمایا ہے اس کا جواب اور اقوال کے صحیح مطالب

مگر ہاں بفضلہ تعالےٰ چونکہ ہم سچے حنفی بزرگوں کے کفش بردار اُن کے سلسلہ میں داخل اُن کی محبت کو ذریعہ نجات اور اُن کے کلام کو حق اور اُن کے مخالف کو خارج از اہل سنّت والجماعت جانتے ہیں اس وجہ سے ہم کو البتہ ان کے کلمات طیبہ نقل کر کے ان کا صحیح مطلب عرض کرنا ضروری ہے۔

ناظرین اس بحث کو بھی بغور ملاحظہ فرمائیں کہ جیسے کتاب و سنت صاف تھا بزرگانِ دین کے کلام سے بھی یہ استعانت متنازعہ فیہا ثابت نہیں ہو سکتی۔ کہاں مثبتین نے

دفتر لکھے تھے کہاں بفضلہ تعالیٰ ایک عبارت بھی مفید نہیں ہے۔

بریلوی خان صاحب نے برکات الاستمداد میں تو وہی شیخ صاحب اور شاہ صاحب رحمہا اللہ تعالیٰ کی عبارات نقل فرمائی ہیں جن کا ذکر اوپر ہو گیا۔ ہاں انہار الانوار کے صفحہ ۲۰ پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قصیدہ اطیب النغم کی شرح کی عبارات ذیل نقل فرماتے ہیں کہ۔

"لابدست از استمداد بروح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم"

اس استمداد سے مراد بھی وہی توسل ہے جو کلام شیخ میں مذکور ہوا۔ یعنی آپ کے وسیلہ سے اپنے حوائج کو خدا سے مانگنا چاہیئے اس میں ہم کو کلام نہیں اور استعانت متنازعہ فیہا سے اس کو تعلق کیا۔

پھر فرماتے ہیں:

"بنظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوہگیں است در ہر شدتے"

پھر فرماتے ہیں:

"بہترین خلق خدا است و نافع ترین ایشان ست مردمان را نزدیک ہجوم حوادث"

پھر فرماتے ہیں:

"فصل یازدہم در ابتہال بآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمت فرستد بر تو خدائے تعالیٰ۔ اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود اے بہترین عطا کنندہ"

پھر فرماتے ہیں:

"بہترین کسیکہ امید داشتہ شود برائے ازالہ مصیبتے"

پھر کہتے ہیں:

"تو پناہ دہندہ من از ہجوم کردن مصیبتی وقتیکہ بخارند در دل بد ترین جنگل ہارا"

پھر قصیدہ ہمزیہ کی شرح سے نقل فرماتے ہیں:

"آخر حالتے ماورح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را وقتیکہ احساس کند نارسائی خود را او حقیقت ثنا آن ست کہ ندا کند زار و خوار شدہ بشکستگی دل و اظہار بے قدری خود با خلاص در مناجات پناہ گرفتن بدیں طریق اسے رسول خدا بہترین مخلوق عطائے ترا میخواہم بروز فیصل کردن"

پھر تحریر فرمایا ہے:

"وقتیکہ مرا آید کار عظیم در غایت تاریکی پس توئی پناہ از ہر بلا"

آخر میں فرماتے ہیں:

"بسوئے تست روز آوردن من و بہ تست پناہ گرفتن من و در تست امید داشتن ص ۲۶"

ان عبارات کو استعانت بالغیر متنازعہ فیہا سے کیا تعلق ہے، میں کیا عرض کروں

خان صاحب بریلوی بھی اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

"باوجود نہایت جرأت وہ بھی کچھ نہ کر سکے"

اور یہ تحریر فرمایا:

"بالجملہ بندگانِ خدا سے توسل کو اخلاص و توکل کے خلاف نہ کہے گا مگر سخت جاہل محروم یا ضال مکابر لوم" انتہیٰ انہار ص ۲۶

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حق ہے:

"ہر شخص کوئی بات سچی ضرور کہہ دیتا ہے"

خان صاحب بے شک ان عبارات کا حاصل محض توسل ہے اور وہ بھی بعض میں قیامت کے دن کا غرض جو بھی ہو ان عبارات میں توسل کا ذکر ہے جو مبحث سے خارج ہے اور ہمارے نزدیک بھی جائز ہے کہ خداوند عالم سے بذریعہ آپ کے صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرے۔ لانہ وسیلتنا فی الدارین۔

اس بات کو خان صاحب نے بھی سمجھا ہے کہ یہ تمام عبارات اور استدلالات اگر ہو سکتے ہیں تو توسل کے اور استعانت بالغیر متنازعہ فیہا ان سے بمراحل دور ہے۔ چنانچہ اکثر ان عبارات کو نقل فرما کر توسل ذریعہ واسطہ کا لفظ بو لتے ہیں تاکہ گرفت کے وقت کام آئے لیکن یہ نہیں کہ صاف فرمادیں کہ یہ تمام استدلالات استعانت کے لیے ناقص ہیں اور ان سے استعانت بالغیر کو کچھ تعلق نہیں مگر انشاء اللہ تعالےٰ اگر کوئی صاحب اس تحریر کا جواب انصافاً فرمائیں گے تو مبحث صاف ہے اور اقرار مجبوراً خدا چاہے کرنا ہی ہوگا۔

ناظرین خود بھی غور فرمائیں کہ حضرت شاہ صاحب کی عبارات مذکورہ کو مسئلہ استعانت سے کیا تعلق ہے ان کا تو حاصل فقط یہ ہے کہ آپ ہماری ہر مصیبت میں ماوا و ملجا ہیں ہم آپ کی عنایت اور توجہ اور کرم کے دنیا اور آخرت میں محتاج ہیں اس کا کون مسلمان انکار کر سکتا ہے مدعا تو یہ تھا کہ آپ سے صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر اولیائے

کرام سے اپنی حوائج جو طاقت بشریہ سے خارج ہیں اُن کا سوال کریں اور قدرت خدا داد سے وہ اُس کو پورا فرمائیں اور کوئی امر بھی ایسا نہیں جو آنحضرات اکابر کی قدرت عرضیہ سے خارج ہو تو اس کو توسل اور شفاعت اور سفارش اور دعا سے کیا تعلق ہے۔ وللہ الحمد علی ظہور المراد۔

صلوٰۃ غوثیہ کی حقیقت اور یہ کہ وہ مجوزین استعانت کے لئے مفید نہیں

اب ایک تمام استدلالات کی روح رواں جس کو یہ حضرات کالوحی شاید خیال فرماتے ہیں حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی، قدست اسرارہم کا وہ ارشاد ہے جس کو بہجۃ الاسرار وغیرہ سے نقل فرماتے ہیں۔

من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت حاجتہ ومن صلی رکعتین یقرأ فی کل رکعتیہا بعد الفاتحہ سورۃ الاخلاص احدیٰ عشرۃ مرۃ ثم یصلی ویسلم علی رسول اللہ بعد السلام من التشہد احدی عشرۃ مرۃ یذکرہ ثم یخطوا الی جہۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ ویذکر اسمی ویذکر حاجتہ فانہا تقضی باذن اللہ تعالیٰ۔ برکات الامداد ص ۱۹

چاہے کشفت فرجت قضیت بصیغہ متکلم ہوں یا مونث مگر اس کو مسئلہ متنازعہ فیہا سے کیا تعلق اس میں استغاث ونادانی کا بیان من توسل بی موجود ہے جس کا حاصل

کرام سے اپنی حوائج جو طاقت بشریہ سے خارج ہیں اُن کا سوال کریں اور قدرت خدا داد سے وہ اُس کو پورا فرمائیں اور کوئی امر بھی ایسا نہیں جو آنحضرات اکابر کی قدرت عرضیہ سے خارج ہو تو اس کو توسل اور شفاعت اور سفارش اور دعا سے کیا تعلق ہے۔ وللہ الحمد علی ظہور المراد۔

صلوٰۃ غوثیہ کی حقیقت اور یہ کہ وہ مجوزین استعانت کے لیے مفید نہیں

اب ایک تمام استدلالات کی روح رواں جس کو یہ حضرات کالوحی شاید خیال فرماتے ہیں حضرت پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانی، قدست اسرارہم کا وہ ارشاد ہے جس کو بہجۃ الاسرار وغیرہ سے نقل فرماتے ہیں؛

من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت حاجتہ ومن صلی رکعتین یقرأ فی کل رکعتیہا بعد الفاتحہ سورۃ الاخلاص احدیٰ عشرۃ مرۃ ثم یصلی و یسلم علی رسول اللہ بعد السلام من التشہد احدی عشرۃ مرۃ یذکرہ ثم یخطو الی جہۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ ویذکر اسمی ویذکر حاجتہ فانہا تقضی باذن اللہ تعالیٰ۔ برکات الامداد ص ۱۹

چاہے کشفت فرجت قضیت بصیغہ متکلم ہوں یا مونث مگر اس کو مسئلہ متنازعہ فیہا سے کیا تعلق اس میں استغاث ونادانی کا بیان من توسل بی موجود ہے جس کا حاصل

وہی ہوا کہ مجھ سے توسل کرے اور خداوند عالم سے سوال کرے اور مجھ کو ذریعہ واسطہ وسیلہ شفیع قرار دے اُس کی حاجت پوری ہو جائے گی ویذکر اسمی کا بھی یہی مطلب ہے چنانچہ درود شریف کے بعد ویذکر، صاف قرینہ ہے یعنی پہلے آپ کے ذریعہ سے سوال کرے صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر میرے ذریعہ سے سوال کرے تو خدا اس کی حاجت کو پورا فرما دے گا۔ چنانچہ باذن اللہ تعالیٰ اس پر دال ہے اور باذن اللہ تعالےٰ انشاء اللہ تعالیٰ کے قائم مقام ہے۔

اور اگر توسل پر کلام کو محمول کرنے کو جی نہیں چاہتا ہے تو بہتر ہے اس کو استعانت ہی پر حمل کیجئے مگر یہ کلام کرامتًا ہے کسی خاص وقت کے متعلق آپ نے فرمایا ہو گا اس وقت میں آپ نے تعمیم فرمائی تھی کہ جو کوئی بھی سوال کرے گا اس کا مطلب پورا ہو گا اور اس کو ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ صورت ثالثہ کا فرد ہے اس کے جواز میں ہم کو کلام نہیں مگر ظاہر ہے کہ یہ صورت متنازعہ فیہا نہیں ہے۔ اگر اب بعد کے لوگ اس کو ہمیشہ کے لیے عام سمجھ لیں تو حجت نہیں ہو سکتا۔

اور یہ فرمانا کہ یہ عمل مجرب ہے سو اوّل تو یہ معلوم نہیں کہ جن کے مطالب پورے ہوتے ہیں وہ زیادہ ہیں یا جو ناکام رہتے ہیں اور اغلب یہی ہے کہ ناکام زیادہ ہوں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثانیاً اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حاجت روائی ہی اکثر ہوتی ہے تو یہ کون سی دلیل ہے اس سے تو بہت سے قطعی ناجائز امور کا بھی جواز ثابت ہو جائے گا۔

اور اگر بفرض محال سب کو تسلیم ہی کر لیا جائے تو یہ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خاص ہو گا نہ کہ ہر شخص جس کی قبر پختہ دیکھی اس کو سجدہ کر کے استعانت

کرنے لگے، مجوزین استعانت بالغیر کا تو مطلب پھر بھی ثابت نہیں ہو سکتا بعد تسلیم خلاصہ کلام یہ ہو گا کہ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت مستمرہ ہے اور کرامت کا ہم کو بھی انکار نہیں، مگر ظاہر ہے کہ کرامت میں جو کام ولی فرماتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے اور یہاں پورا ہونا ضرور نہیں تو یہ احتمال بھی غلط ہوا صحیح امر یہی ہے جو ہم پہلے عرض کر چکے ہیں یعنی یہاں ذکر توسل کا ہے جو ہمیشہ کے لیے ہے اور یہ ہر بزرگ سے جائز ہے جس میں ندا نہ ہو۔

اور یا یہ حالت خاصہ بے اختیاری تھی جس وقت آپ نے اس کو فرمایا تھا واقعی جو شخص سوال کرتا وہ پورا ہوتا اور جس نے اُس وقت سوال کیا ہو گا وہ ضرور پورا ہوا ہو گا اب پچھلے حضرات کو لفظ عموم نے دھوکہ میں مبتلا کر دیا ہے اور مطلب کا پورا ہوتا تو کوئی بات نہیں بہت سے خلاف شرع اعمال لوگ کرتے ہیں اور اُن کی مطلب برآری ہو جاتی ہے تو کیا ان کے مشروع ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے۔

بزرگان دین کی حالت خاصہ باتفاق قابل استدلال نہیں ہے

اور کیفیت اور غلبہ حال سے استدلال نہیں ہو سکتا جیسا کہ خود دونوں خان صاحب سفیان ثوری رح کے قصہ نماز میں تحریر فرماتے ہیں،

"سبحان اللہ کہاں وہ تبتل تام و اسقاط تدابیر کا مقام جس کی طرف امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول میں اشارہ فرمایا جس کے اہل مریض ہوں تو

دوا نہ کریں۔ بیماری کو کسی کی طرف نسبت نہ فرمائیں، عین معرکہ جہاد میں کوڑا ہاتھ سے گر پڑے تو دوسرے سے نہ کہیں، آپ ہی اُتر کر کے اٹھا دیں اور کہاں شریعت مطہرہ و احکام جواز و منع و شرک و اسلام برکات الامداد ص ۱۰۲"

مولوی کرامت اللہ خان صاحب نے اسی مضمون کو نقل فرمایا ہے لفظوں میں بھی شاید تھوڑا ہی فرق ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

"سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی ایک حالت، تھی جو خاصانِ خدا پر طاری ہوا کرتی ہے۔ یہ قابل استدلال نہیں"

(کرامات الامداد ص ۲۰)

بس یہی ہم بھی عرض کرتے ہیں کہ جیسے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالےٰ پر وہ ایک حالت خاصہ تھی جس سے استدلال نہیں ہوسکتا وہ ایک وقتی بات ہوتی ہے جو اختیاری نہیں ہوتی۔

اب سمجھ لینا چاہیئے کہ اکثر بزرگوں کی عبارات وہ بھی ہیں جو کسی خاص حال کے ساتھ وابستہ ہیں نہ اُن سے استدلال ہوسکتا ہے نہ استدلال کے موقع پر پیش کی جاسکتی ہیں۔

الحمدللہ تعالےٰ کہ خان خوانین بریلوی صاحب کے یہ جیسے بڑے استدلالات، جن کا حال معلوم ہوگیا کہ مطلب کے قریب بھی نہیں ہیں اور اگر بعد تسامحات کثیرہ بفرض محال شرعی تسلیم بھی کر لیے جائیں تو بھی مدعا ثابت نہیں ہوسکتا۔

جناب مولوی کرامت اللہ خان صاحب کرامات میں فرماتے ہیں، شاہ رفیع الدین صاحب تذکرۃ الموتےٰ والقبور میں فرماتے ہیں:

"اولیاء اللہ دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگاری می فرمایند و دشمنان را ہلاک می نمایند و از ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی میرسد ص ۷"

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت:

"ہر گاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ این قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند ارواح کمل را اگر این قدرت عطا فرماید چہ محل تعجب است ص ۷"

حضرت شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

فاذا مات انقطعت العلاقات ورجع الی مزاجہ فیلحق بالملائکۃ وصار منہم والہم بالہام ہم ویسعیٰ فیما یسعون وربما یشتغل ہولاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ وربما کان لہم لمۃ خیر بابن آدم وربما اشتاق بعضہم الی صور جدانیۃ الخ ص

ان عبارات سے یہ ثابت ہوا کہ بزرگ اپنے مرید اور دوستوں کی مدد فرماتے ہیں دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ مگر دعا سے یا خداداد قدرت سے خود قادر و متصرف ہیں ہمیشہ یا بعض وقت ہے اس کا تو کچھ ذکر ہی نہیں نفس تصرف اور کرامت کا کس نے انکار کیا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس مجدد صاحب علیہ الرحمۃ اور شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کا بھی مطلب واضح ہے اگر حضرات اولیاء سے استعانت ثابت ہو گی تو جنات اور ملائکہ سے بھی ثابت ہو جائے گی حالانکہ یہ ثابت نہیں ہے غرض ان عبارات سے

تصرف اور کرامت خاصہ کا ثابت کرنا ہے نہ کہ استعانت کی صورت رابعہ کا جو متنازعہ فیہا ہے۔

دوسری عبارت لمعات کی لکھتے ہیں:

"بزیارت قبر ایشاں بردرواز ہنجا دریوزہ کنند ص ۸ "

دریوزہ کس چیز کا کرے دعا کا یا اپنی حوائج کا اور کس سے دریوزہ کرے اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو صرف توسل نہ کہ استعانت،

الطاف قدس کی عبارت:

"نفس کلیہ بجائے جسد عارف میشود وذات بحت بجائے روح او ہمہ عالم را تبعاً بعلم حضوری در خود بیند"

یا تو بزرگوں کی خاص حالت بھی قابل استدلال نہ تھی یا یہ عبارتیں جو خاص حالتوں کے ساتھ مخصوص ہیں استدلال میں پیش ہوتی ہیں۔ اس وقت تو پھر ان کی عبادت بھی کرنی چاہیئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

عوام سے یہ مقامات بیان کرنا جن کو صاحب رسالہ بھی سمجھتے نہ ہوں گے، اس سے خلق اللہ کی ہدایت ہوگی یا ضلالت۔

پھر تفسیر عزیزی کی عبارت وبعض از خواص اولیاء اللہ

"را کہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند الخ ص ۸"

نقل فرمائی ہے اول تو یہ معلوم کرو کہ وہ جارحہ تکمیل وارشاد کون ہیں پھر جب وہ جارحہ ہوئے تو ان سے سوال واستعانت بالکل لغو وبیکار ہے۔ وہ کیا کر سکتے ہیں جو کرے گا ذی جارحہ ہی کرے گا اب اس سے جو کچھ بھی فیض وغیرہ ہوگا وہ بطریق جارحہ ہونے کے

ہی ہوگا مثبتین استعانت کو اس عبارت سے کیا نفع ان کا مدعا تو جب ثابت ہو کہ جب وہ لوگ قادر ہو کر خود متصرف ہوں جارحہ تکمیل ہونے سے تو استعانت کی اور جڑ اکھڑ گئی۔

پھر اُسی کی عبارت نقل فرماتے ہیں؛

"از اولیاء مدفونین استفادہ جاری است ص ۸"

بے شک ان کی زیارت کی جائے تو ان سے حسب استعداد فیض ہوتا ہے اُن سے وسیلہ شرعی بھی تو نفع کا فرد ہے"

مگر استفادہ کا مطلب استعانت کی صورت رابعہ کہاں سے نکال لی گئی۔

رسالہ فیض عام سے نقل ہے؛

"وطریق استمداد از ایشان آنست کہ بزبان گوید اے حضرت من برائے فلاں کار در جناب الٰہی التجائی کنم شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید لاکن استمداد از مشہورین باید کرد ص ۸"

اس عبارت نے تو استعانت بالغیر کی بالکل جڑ ہی کاٹ دی معلوم ہوگیا کہ پہلی عبارتوں میں جو قبروں سے دریوزہ اور اُن سے فیض اور اولیاء اللہ تعالٰی کو آکر جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع اور دوستوں کی مدد اور دشمنوں کی ہلاکت اور ان سے حاجات اور مشکلات کا حل ہونا اور اولیاء مدفونین سے استفادہ اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے جو منقول ہوا ہے:

"ہر کہ استمداد کردہ میشود بوئے در حیات استمداد کردہ میشود بوئے بعد از وفات کرامات ص ۵"

اور احمد زروق سے جو شیخ ابو العباس نے دریافت فرمایا تھا کہ:
"امداد زندوں کی قوی ہے یا مُردوں کی اور انہوں نے جواب دیا کہ
مُردوں کی ص ۵ ۴

اور قاضی ثناء اللہ صاحب کا تفسیر مظہری میں فرمانا:

وقد تواتر عن کثیر من الاکابر انہم ینصرون اولیاءھم و
یدمرون اعداءھم ص ۶

اور روح البیان کی عبارت:

وھذا بخلاف التوجہ الی روحانیۃ الانبیاء والاولیاء وان کانوا مخلوقین
فان الاستمداد منہم والتوسل بہم والانتساب الیہم
من حیث انہم مظاھر الحق ومجالی انوارہ
وصفاتہ کمالاتہ وشفعاء فی الامور الظاہرۃ والباطنۃ لہ غایات
جلیلۃ ولیس ذالک بشرک اصلا بل ھو عین التوحید ص ۶

اور عبارت منسک و مسلک:

واذا فرغ من ذالک قصد التوجہ الی القبر المقدس وفرغ القلب
من کل شیٔ من امور الدنیا واقبل بکلیتہ لما ھو بصددہ
یصلح قلبہ الاستمداد منہ صلی اللہ علیہ وسلم ویلاحظ مع ذالک الاستمداد
من عفوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ.

اور دیگر عبارات جن میں قبر شریف کی زیارت کا ذکر ہے بیان کیا ہے۔
ان تمام عبارتوں کا حاصل یہ نکلا کہ بزرگان دین سے توسل جائز ہے نہ کہ استعانت

جیسے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے استمداد و استعانت کی تفسیر بیان فرمائی تھی حضرت شاہ صاحب نے بیان فرمادیا ہے کہ:

"مراد استمداد و استعانت سے یہ توسل ہے جس میں سوال خدا سے ہے نہ کہ خاصان خدا سے"

اب اس قسم کی عبارات کے ذکر کرنے سے کیا حاصل ہے بعض سے مراد توسل بعض سے کرامت اور معجزہ جس کا انکار نہیں ہے اس کو استمداد و استعانت متنازع فیہا سے کیا تعلق ہے۔

قول الجمیل کی عبارت:

وللنقشبندیۃ تصرفات عجیبۃ الخ ص ۱۰

نفس تصرف اور ہمت کا کس نے اور کب انکار کیا ہے اس بنا پر تو ملائکہ اور جنات بلکہ شیاطین اور کالی بھوانی سے بھی استمداد کا جواز ثابت ہونا چاہیئے کیونکہ تصرف اُن کے لیے بھی ثابت ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب کی عبارت: سیف المسلول۔

"فیوض برکات کارخانہ ولایت اول بریک شخص نازل میشود و ازاں تقسیم شدہ بہریک از اولیائے عصر میرسد ص ۱۱"

اول تو اس سے کارخانہ ولایت کے فیوض کا ایک شخص پر نازل ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ تمام دنیا کے فیوض و برکات کا دوسرے یہ سب کچھ بطریق آلہ جارحۃ التکمیل کے ہے نہ کہ وہ مالک و مختار ہیں کہ سوال استعانت بھی اُن سے ہو یا صورت ثالثہ کا فرد ہے کہ جیسے طالب علم حسب استعداد استاد ظاہری سے فیض حاصل کرتا ہے وہ

لوگ اپنی استعداد کے موافق اُس مورد فیض الٰہی سے فیض پاتے ہیں وہ خاص لوگوں کا حال ہے نہ عوام سے اس کو تعلق نہ عوام کو اس کی اجازت یہ مبحث سے بالکل خارج ہے،

جذب القلوب کی عبارت:

"اما توسل بحضرت سید رسل و استغاثہ و استمداد بجاہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ ص ۲۳"

اس کا مطلب تو سوائے توسل کے اور ہونا ہی محال ہے کیونکہ شیخ تو صاف فرما چکے کہ:

"استعانت و استمداد کے معنی سوائے توسل کے اور کچھ ہیں ہی نہیں اور یہاں تو لفظ توسل اور بجاہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مذکور ہے۔"

اس کے بعد جناب مولوی کرامت اللہ خان صاحب نے چند اشعار شوقیہ جو عاشقین سے حالت شوق اور کیفیت خاصہ میں سرزد ہوئے ہیں یا جن سے مراد دعا اور توسل ہے ان سے استدلال فرمایا ہے مجھے مولوی صاحب سے تعجب ہے کہ ایسے امور کو ذکر کرنے سے مدعا کو کیا تعلق مثلاً:

اشعار

حوائج دین و دنیا کی کہاں لے جائیں ہم یارب

گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی

تہی دستو نہ گھبراؤ نہ شرماؤ ادھر آؤ

وہ میان کرم اب بھی ہے سرگرم دُر افشانی

لوگ اپنی استعداد کے موافق اُس مورد فیض الٰہی سے فیض پاتے ہیں وہ خاص لوگوں کا حال ہے نہ عوام سے اس کو تعلق نہ عوام کو اس کی اجازت یہ بحث سے بالکل خارج ہے،

جذب القلوب کی عبارت:

"اما توسل بحضرت سید رسل و استغاثہ و استمداد بجاہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ ص ۲۲۳"

اس کا مطلب تو سوائے توسل کے اور ہو نا ہی محال ہے کیونکہ شیخ تو صاف فرما چکے کہ:

"استعانت، و استمداد کے معنی سوائے توسل کے اور کچھ ہیں ہی نہیں اور یہاں تو لفظ توسل اور بجاہ او صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بھی مذکور ہے۔

اس کے بعد جناب مولوی کرامت اللہ خان صاحب نے چند اشعار شوقیہ جو عاشقین سے حالت شوق اور کیفیت خاصہ میں سرزد ہوئے ہیں یا جن سے مراد دعا اور توسل ہے ان سے استدلال فرمایا ہے مجھے مولوی صاحب سے تعجب ہے کہ ایسے امور کو ذکر کرنے سے مدعا کو کیا تعلق مثلاً:

اشعار

حوائج دین و دنیا کی کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی
تہی دستو نہ گھبراؤ نہ شرماؤ ادھر آؤ
وہ نیسان کرم اب بھی ہے سرگرم دُر افشانی

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
اسے چاہو تراؤ یا ڈباؤ یا رسول اللہ
پھنسا کر اپنے دام عشق میں امداد عاجز کو
بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ سواک عند حلول الحادث العمم

وغیرہ ان اشعار کو استمداد کی صورت متنازعہ فیہا سے کیا تعلق۔

مجوزین کا لفظ غوث الاعظم سے استدلال اور ان کا جواب

اور اس سے زیادہ عجب یہ ہے کہ منجملہ استدلالات کے حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کو غوث اعظم کہا جاتا ہے ایک بڑا استدلال ہے یاللعجب۔ اجی حضرت غوث اعظم ہونے کے لیے تو آپ کا مستجاب الدعوات صاحب کرامات ہونا کافی ہے۔ تمام دنیا کا مختار عام اور حاجت روا اور وہ بھی مستقل کہ جس کو جو چاہیں عنایت فرمائیں اور جو چاہیں ممانعت فرمائیں اور ہر ایک کام میں استعانت استمداد بھی آپ سے کی جاوے اس کی کیا ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں یہ خاص مرتبہ کا نام ہے جیسے قطب، ابدال وغیرہ اس سے جواز استعانت پر استدلال بعید از انصاف ہی نہیں عقل سے

بھی دُور ہے ۔

الٰہی تو خوب جانتا ہے وکفی بک شہیدا کہ اہل بدعت ایسے بیانات سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ وہابی غیر مقلد ہیں کہ بزرگانِ دین کی ان کو محبت و وقعت نہیں یہ لوگ تعظیم نہیں کرتے ۔

الٰہی ہمارا یہ کلام تیرے دین کی حمایت اور سنت نبوی کی اشاعت اور بزرگانِ دین کی محبت، پر مبنی ہے یا تیرے خالص بندوں کی عداوت یا منقصت اور عدم محبت پر الٰہی تو دنیا میں جھوٹے کا منہ کالا کر کے باعث عبرت بنا دے ۔

اور الٰہی تیرے رحم و کرم اور تیرے سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور جملہ مقبولان بارگاہ صمدیت کی برکت اور عزت، اور وسیلہ سے بکمال التجا و زاری دعا کرتا ہوں کہ الٰہی جیسے تو نے ہم کو سچا مقلد حنفی بنایا ہے اسی پر مار اور اپنے بزرگوں کی محبت جیسی عنایت فرمائی ہے اس سے زیادہ اور مرحمت فرما اور اُن کی محبت کو ہمارے لیے ذریعہ نجات دارین بنا اور اس سے بچا کہ ہم اُن کو تیری صفات یا تیرے حبیب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صفات میں شریک کرنے لگیں آمین آمین ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اور مولوی کرامت اللہ خان صاحب دہلوی کے استدلالات تو بفضلہ تعالیٰ ختم ہو چکے، اب مولوی ریاست علی خان شاہجہان پوری کی منطق کو بھی ملاحظہ فرمالیا جائے، فصل الخطاب میں فرماتے ہیں :

ثم ان النفوس البشریۃ لا یبعد ان یظہر منہا آثار فی ہذا العالم سواء کانت مفارقۃ عن الابدان او لا فتکون مدبرات الخ ص ۳

ظاہر ہے کہ مطلق تدبیر کا کس نے انکار کیا ہے آخر ملائکہ کی نسبت تو اعتقاد ہے

ہی پھر اگر کسی دوسرے کو بھی یہ قدرت ملے تو کیا مستبعد ہے مگر ظاہر ہے کہ لا تبعد سے مطلب کو بہت بعد ہے غرض اس سے استعانت کی شکل چہارم ثابت نہیں ہوتی جس کو حضرت مولینا اسمٰعیل صاحب شہید مرحوم مظلوم اہل بدعت شرک فرمار ہے ہیں یہ ان حضرات کی بڑی چالاکی ہے کہ کلام کو ایک ظاہر البطلان معنی پر محمول کر کے باطل کرنا شروع کر دیا اور رسالہ لکھ دیا۔

مولوی ریاست علی خان صاحب شاہجہان پوری کے استدلالات کا جواب

پھر خان صاحب شاہجہان پوری حجۃ اللہ کی وہی عبارت نقل فرماتے ہیں جس کو پہلے کرامات الامداد سے مع جواب کے نقل کر آئے ہیں پھر قول الجمیل کی وہ عبارت نقل فرمائی ہے جس کو پہلے عرض کر چکا ہوں وللنقشبندیہ تصرفات عجیبہ الخ جس کے معنی بھی پہلے عرض ہو چکے ہیں بزرگوں کی ہمت تصرف اجابت قوت تاثیر کا کس گمراہ نے انکار کیا ہے جس کے مقابلہ میں یہ عبارت بیان کر کے عوام کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔ آگے پھر شرح عقائد نسفی کی عبارت نقل فرمائی ہے:

وکرامات الاولیاء حق فتظهر الکرامۃ علی طریق العادۃ للولی من قطع المسافۃ البعیدۃ فی المدۃ القلیلۃ واندفاع المتوجہ من البلاء وکفایتہ المهم عن الاعداء وغیر ذالک من الاشیاء ص ۲

حضرات، عوانین ثلاثہ دست بستہ عرض ہے کہ حضرت حامی سنت ماحی بدعت

جناب مولنیا اسمٰعیل صاحب مرحوم مظلوم اہل بدعت کی مراد مطلق استعانت کو نہ منع کرنا ہے اور نہ اُس کو شرک کہتے ہیں یہ بات تو ادنیٰ طالب علم بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ وہ علامہ زماں اور آپ بھی خوب جانتے ہیں کہ ان کا مطلب فقط چوتھی صورت کو شرک کہنا اور منع کرنا ہے جس کا ثبوت مفصل مذکور ہو چکا ہے اور جس کی نسبت ہم کو خدا سے اُمید ہے کہ آپ اصحاب ثلاثہ اور آپ کے متبعین میں سے کوئی بھی انصافاً تہذیب سے جواب نہ دے سکے گا۔ گالیاں دینا اور سکوت کو آڑ بنانا اور بات ہے مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ بات کس کی صحیح ہے اور کس کی غلط۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کے سوا ممکن ہے کہ آپ دونوں صاحبوں کا غصہ لوجہہ تعالےٰ ہو مگر پھر عرض کرتے ہیں کہ آپ لوجہہ تعالےٰ توجہ فرمایئے اور ٹھنڈے دل سے شہید مظلوم مرحوم کی عبارت ملاحظہ فرمایئے جن کا مطلب وہی ہے جو یہ احقر عرض کرتا ہے۔

اور جانے دیجئے حضرت مولنا مرحوم سے آپ صاحبوں کا جو معاملہ ہو یا بدلے ہونے کی بات نہیں ہے۔ میرا اور میرے بزرگوں کا یہ عقیدہ ہے جو میں نے عرض کیا اس کی نسبت آپ صاحبوں کا کیا خیال ہے۔ اگر اس کو آپ غلط ثابت فرمادیں تو ہم ضرور قبول کرلیں گے تین سو ساٹھ نہیں بس فقط ایک آیت یا ایک حدیث صحیح یا امام صاحب کا ایک بھی قول صحیح پیش فرمادو، اگر آپ میں نصیحۃ المسلمین اور حقانیت ہے تو جاؤ اسی پر فیصلہ ہے۔

اور کرامات الاولیاء حق الخ شرح عقاید کی عبارت لکھنے سے تو ہم نہیں ڈرتے اُس نے تو اور ہمارا ہی مدعا ثابت کردیا کہ بزرگوں کا دفع بلا اور کفایت مہم وغیرہ کرنا

منجملہ کرامات کے ہیں اور ظاہر ہے کہ کرامات اور معجزات اختیاری امر نہیں ہے کہ جو نبی اور ولی علیہم السلام و علیہم الرحمۃ جس وقت میں معجزہ یا جس کرامت کو چاہیں ظاہر کردیں اس شرح عقائد کی عبارت ہی نے فیصلہ کر دیا۔

چاروں رسالوں میں جو دلائل تھے اس پر یہ مجملاً بحث میرے خیال میں کافی ہے شاید ہی کوئی دلیل اور عبارت ہوگی جو نقل نہ کی ہوگی ورنہ تقریباً تمام ہی دلائل پر مختصراً بحث ہوگئی جو انشاء اللہ تعالےٰ کافی اور اہل حق کے لیے شافی ہے اللہ تعالےٰ اس مختصر تحریر سے اہل اسلام کو فائدہ پہنچائے آمین۔

یہ بھی واضح رہے کہ اس مسئلہ میں بندے اور بندے کے اساتذہ کرام اور مشائخ عظام کا یہی مسلک ہے جو عرض کیا ہم اسی کے ذمہ دار ہیں اگر کوئی شخص اس کے سوا قائل ہو تو وہ جانے اور اس کو بھی نہایت زور سے عرض کرتے ہیں کہ حضرت مولینا اسمٰعیل صاحب شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کا بھی یقیناً قطعاً یہی مطلب ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت مولینا اسماعیل صاحب شہیدؒ کی عبارت کا صحیح مطلب

حضرت مولینا مرحوم کی یہ عبارت:

"بندوں کی مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ تعالےٰ کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی، پیر و شہید کی، بھوت و پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے سو وہ شرک ہو جاتا ہے پھر خواہ یوں سمجھے

کہ ان کاموں کی طاقت اُن کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے"۔

(انتہی افصل الخطاب ص ۵)

خدا کرے کہ انتخاب میں کوئی تصرف نہ ہوا ہو۔

نفس تصرف، وقدرت وکرامت کو شہید مظلوم ہرگز شرک نہیں فرماتے تھے، صورت ثانیہ وثالثہ نکلی ہوئی ہے شرک فقط صورت رابعہ کو فرمایا ہے جس کا ثبوت پہلے مفصل عرض ہو چکا ہے اس کا جواب کوئی صاحب تہذیب اور انصاف سے عنایت فرمائیں تو پھر ہم بھی مفصل عرض کریں گے۔

اور کوئی بہت ہی عرق ریزی کرے اور نہایت ہی تاویل سے کام لے تو حاصل اس قدر نکلے گا کہ کفر و شرک سے بچ جائے گا مگر حرام اور ممنوع ہونے سے کسی طرح نہیں نکل سکتا، استعانت واستمداد کی صورت رابعہ بالاتفاق حرام اور ممنوع ہے جیسا کہ شیخ علیہ الرحمۃ اور شاہ صاحب کے قول سے ثابت ہو گیا۔

استعانت کی صورت رابعہ پر بہر حال اطلاق شرک صحیح ہے اور ہر شرک کفر نہیں

لیکن بہر صورت اس استعانت واستمداد کو شرک کہنا بے جا نہ ہو گا کیونکہ یہ ضرور نہیں کہ ہر شرک کفر ہی ہو لان الشرک دون شرک حلف بغیر اللہ اور ریا کو قرآن وحدیث میں شرک فرمایا گیا ہے حالانکہ وہ کفر نہیں ہے اسی طرح جس نے اس

استعانت کو شرک کہا۔ ہے بالکل صحیح ہے۔

رہا حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا کہ عوام کا اعتبار نہیں اس کا حاصل صرف اسقدر نکل سکتا ہے کہ خاص خاص لوگوں کو توسل کی اجازت دی جائے نہ کہ استمداد و استعانت کی کیونکہ وہ ممنوع و حرام اور شرک مخالف ملت حنفی کے ہے اور چونکہ یہاں اس مسئلہ توسل سے بحث نہیں اس وجہ سے اس کی تفصیل خارج از بحث ہے مگر حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے ارشاد سے یہ ضرور مفہوم ہوتا ہے کہ عوام کو توسل کی بھی اجازت نہیں کیونکہ ان کی گمراہی کا زینہ یہ توسل ہی ہوا ہے اگر توسل بھی اُن کو ممنوع بتایا جاتا تو اس شرک حقیقی تک وہ غالباً نہیں پہنچتے۔

فائدہ جلیلہ۔ توسل پر استعانت و استمداد کے الفاظ اطلاق کرنے سے کیا نقصان ہوا

ایک فائدہ جلیلہ اس مقام پر قابل لحاظ ہے فقط توسل کا جواز مختلف فیہ تھا نہ استعانت، و استمداد کا مگر عوام نے توسل سے ترقی کر کے یا چونکہ بعض حضرات نے استعانت و استمداد کا لفظ توسل پر اطلاق فرمایا تھا۔ اُس سے حقیقی معنی سمجھ کر استعانت و استمداد تک نوبت پہنچا دی اور انبیاء علی نبینا و علیہم السلام اور بزرگان دین کے لیے تمام قدرتیں اور تصرفات بھی تسلیم کر لیے جو استعانت کے لیے لازم تھے تو پھر غیر اللہ کو سجدہ کیا قبروں کا طواف اور بوسہ بھی ہوا اُن کی طرف نماز بھی پڑھی اُن کو پورا حاجت روا جان کر ان سے التجا، تضرع، زاری، خشوع و خضوع، خوف خشیہ دعائیں بھی کی گئیں جو مخ العبادۃ

ہے اور جملہ اُمور خارج از طاقت بشریہ میں اُن سے استعانت و مدد طلب کی ان کے لیے نذریں بھی مانیں اُن کی تصاویر گھروں میں رکھی جاتی ہیں۔ اُن کی ویسی ہی تعظیم اور تکریم کی جاتی ہے جیسے مشرکین بتوں کی کرتے ہیں، ان سے اس قدر ڈرتے ہیں جیسے مشرکین اپنے معبودوں سے۔ غرض جو جو امور مشرکین عرب و عبدہ اصنام اپنے آلہہ باطلہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ ان ناعاقبت اندیشوں نے سب کچھ کیا پھر اب عبادت میں اور کیا رہ گیا وہ کون سا کام باقی ہے جو مشرکین کرتے تھے اور یہ نہیں کرتے عوام سے ترقی کر کے آجکل کے بعض خواص کا لعوام اُن سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

اگر شیخ علیہ الرحمۃ زندہ ہوتے تو شاید توسل کے مانعین سے بھی زیادہ توسل کے مانع ہوتے لہذا علماء فقط اپنا ہی خیال نہ رکھیں بلکہ عوام اہل اسلام کے ایمان کا بھی فکر ہے کسی شے کے جواز فی نفسہ پر نظر فرما کر جواز کا فتوے نہ دے دیا کریں بلکہ اُس کے مفاسد عرضیہ کا بھی لحاظ فرمالینا چاہیئے توسل کی بھی اجازت دی جائے تو خاص الخواص کو وہ بھی خلوت میں نہ جلوت میں کہ بظاہر یہ تمام مفاسد اسی توسل کے جواز سے پیدا ہوئے بالخصوص جس میں غیر اللہ کو ندا ہے کچھ بعید نہیں جس نے مطلقاً توسل کو منع کیا تھا اس کی نظر انہیں مفاسد پر ہو جو آج پیش نظر ہیں۔

زید نے جو بالذات و بالعرض کا فرق نکال کر بزرگوں کو شرک سے بچایا تھا اُس کا حال تو معلوم ہو گیا کہ تمام شریعت اُس سے درہم برہم ہوئی جاتی ہے۔ ہاں حضرات اکابر کے کلام سے جو توفیق عرض کی گئی ہے اُس میں بے شک انبیاء علی نبینا و علیہم السلام کا معجزہ و اولیاء کرام کی کرامت اجابت دعا تصرف مثل ملائکہ یا اُس سے کم و بیش بھی ثابت رہا مریدین و معتقدین کو بحالت اضطراری کیفیت خاصہ استمداد صوری بھی جائز رہی جس میں وہ حضرات

بالکل جارحۃ اللہ کے قائم مقام ہوتے ہیں اور استعانت و استمداد انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام و اولیائے کرام سے شرک اور ممنوع اور حرام بھی رہی جس طرح سے حضرات صوفیہ کرام کا دامن اقدس شرک و ضلالت سے پاک رہا ویسی ہی شریعت کا حرف حرف بھی بجائے خود اور حضرات علمائے ذوی الاحترام کا فتویٰ بھی بالکل صحیح رہا فنعم الوفاق وحسن الاتفاق۔

توسل میں اختلاف کا بیان

اور توسل جس میں ندا غیر اللہ سے ہو اگر مزار کے قریب ہو تو جو لوگ سماع موتےٰ کے قائل ہیں اُن کے نزدیک جائز، اور جو سماع موتےٰ کے قائل نہیں اُن کے نزدیک ناجائز اور اگر مزار کے قریب نہ ہو تو باتفاق ناجائز ہوگا، فتدبر فیہ۔

مجوزین استعانت کا بالغیر دھوکہ

اور اگر توسل میں ندا نہ ہو تو سماع موتیٰ پر متفرع نہیں بلکہ مختلف فیہ وہ بھی ہے جس کو بقول شیخ علیہ الرحمۃ اکثر فقہا ناجائز اور بعض جائز فرماتے ہیں اور توسل بالانبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کو شیخ علیہ الرحمۃ اختلاف سے مستثنیٰ فرما کر بالعموم جواز میں داخل فرماتے ہیں، اور بعض نے بلا استثناء انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کے جمیع صور توسل میں اختلاف اور عدم جواز کا حکم دیا ہے، حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے کلام کا خلاصہ نقل کرنا مقصود ہے مسئلہ توسل سے بحث مدنظر نہیں ہے۔

ایسے مسائل میں بعض لوگ جن کے قلوب میں خوف خدا نہیں ہے فقط بغرض

نفسانی خواہش پورا کرنے کے عوام سے یہ کہتے ہیں کہ مانعین استعانت انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی توہین اور تنقیص شان کرتے ہیں اور اولیائے عظام سے محبت نہیں رکھتے یہ وہابی لوگ، غیر مقلد ہیں۔ یہ چلتا ہوا منتر عوام پر خوب اچھی طرح اثر کرتا ہے لہٰذا اس قدر عرض ضروری ہے کہ انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی جو تنقیص شان کرے وہ مردود کافر ہے، ملعون ہے، جہنمی ہے اور اولیاء کرام کی جو عظمت نہ کرے اُن سے محبت نہ رکھے اُن کی محبت کو ذریعہ نجات نہ سمجھے اُن کی کرامت اجابت دعا تصرّف ہمت اُن کے فیوض باطنیہ وظاہریہ کا حالت حیات میں اور بعد وصال کے قائل نہ ہو وہ گمراہ بے دین، فاسق فاجر خارج از اہل سنت والجماعت ہے۔

مگر یہاں ایک قاعدہ نفیسہ سمجھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے جس سے تنقیص شان اور کسی صفت کے انکار میں فرق معلوم ہوتا ہے الشئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ۔

انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام اور اولیائے کرام کے لیے جو لوازم نبوت وولایت کا انکار کرے وہ تو بے شک گمراہ بددین۔ ہے لیکن کسی ولی یا نبی کو کوئی ساری خدائی ثابت کرنے لگے اور اس کا جو کوئی انکار کرے تو کہہ دیا جائے کہ دیکھو تنقیص شان کی یہ غلطی اور دہوکہ دہی ہے کسی ڈپٹی سے اختیارات کلکٹر کا انکار کرنا ہرگز تنقیص شان نہیں ہاں ڈپٹی کے عہدہ کے جو اختیارات ہیں ان کا انکار بے شک جرم ہے، نبوت بڑا مرتبہ ہے جو مخلوقات کے مراتب عالیہ کا خاتم ہے مگر خدائی سے بہت کم ہے جس قدر بھی اوصاف خدائی سے مخصوصہ ہیں وہ سب کے سب اس مرتبہ سے منفی ہوں گے۔ اُس مرتبہ کے کسی وصف کو کوئی بھی کسی کے لیے ثابت کرے گا خالص کافر ہوگا ع

گر فرق مراتب نکنی زندیقی

کا یہی مطلب ہے خدا کا سا علم وقدرت، سمع ،بصر، ارادہ حیات ۔۔، وجود استحقاق عبادت، خلق، احیاء، اماتت، ، ارزاق مریض کرنا، شفا دینا، حوائج کا پورا کرنا، گناہ کا بخشنا وغیرہ وغیرہ اوصاف مختصہ بالباری تعالیٰ شانہ کو اگر کوئی کسی غیر میں ثابت کرنے لگے اور دوسرا نفی کرے تو یہ ہرگز ہرگز تنقیص اس شخص کی نہیں بلکہ جو ثابت کر رہا ہے وہ خدا کی تنقیص شان کر کے کافر ہو رہا ہے۔

تنقیص شان اور کسی وصف کے ثابت نہ کرنے میں فرق لطیف جس سے اہل بدعت کے اکثر دھوکے ہوا ہو جاتے ہیں!

اب کوئی کہے بت سے بھی استعانت نہ کرو شیاطین و جنات ارواح خبیثہ سے بھی مدد نہ چاہو انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام اور اولیائے کرام سے بھی مدد نہ چاہو تو کہہ دیں گے کہ دیکھو انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام کو معاذ اللہ شیاطین اور جنات، اور ارواح خبیثہ کے برابر کر دیا، ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس قدر دھوکہ ہے۔ شیاطین جنات ارواح خبیثہ کی تو کیا مجال ہے ملائکۃ الرحمٰن تو انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام کے برابر ہو لیں مطلب یہ ہے کہ صفات مختصہ بالباری تعالیٰ شانہ میں کسی کو بھی شریک نہ کرو اگر کوئی شخص بت کو معبود سمجھے جیسا وہ کافر ہے اگر کسی نبی علیہ السلام کو معبود سمجھے گا وہ بھی ویسا ہی کافر ہوگا، نصاریٰ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں پھر کیا ان کے کفر

میں کوئی کمی ہے، علیٰ ہذا القیاس انبیاء علیہم السلام کا ارشاد ہے جو دین میں واجب التعمیل ہے وہ دین کے بارہ میں جو کچھ بھی فرماتے ہیں عین حکم خداوندی ہے یہ وصف مختص بمرتبہ نبوت ہے کوئی ولی کتنا ہی مرتبہ میں اعلیٰ ہو کر سید الاولیاء کیوں نہ ہو جائے مگر اس کا ارشاد شریعت ہو جائے یہ محال ہے کسی ولی کے ساتھ اگر کوئی ایسا اعتقاد رکھے گا اسی وقت کافر اور شرک فی النبوت میں گرفتار ہو گا۔ ولی کا وہی فعل یا قول حجت ہو سکتا ہے جو موافق شریعت غراء ہو تو اتباع حقیقت میں شریعت کی ہوئی نہ افعال و اقوال اولیاء کی بلکہ اولیاء کا اولیاء ہونا اُن کی اتباع کرنا ہی اس وجہ سے ہوئی کہ اُن کے افعال شریعت کے مطابق ہیں یہ نہیں کہ ولی جو کرے، جو کہے عین شریعت ہے۔ آیات و احادیث بالکل مخالف ہوں کچھ پرواہ نہیں، تمام مجتہدین، مفسرین، محدثین، علمائے کرام و فضلائے عظام غل مچائیں کچھ شنوائی نہیں، کوئی انکار کرے تو یہ الزام کہ یہ تو وہابی ہو گیا، جو بزرگوں کی تعظیم نہیں کرتا ہے۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔

اس وصف کا انکار کرنا بزرگوں کی تحقیر نہیں ہے کیونکہ جب ولی نبی نہیں ہو سکتا تو کوئی وصف مختص بالنبوت بھی ولی کو مل نہیں سکتا ہاں جو لوگ اس وصف کو ولی کے لیے ثابت کر رہے ہیں وہ بے شک نبی کی شان میں گستاخ ہیں۔

یہ راز ہے جس کو عوام بے چارے نہیں جانتے اور اہل بدعت دھوکہ سے اکثر اپنا کام چلاتے ہیں۔ لہٰذا جملہ اہل اسلام مطلع ہو جائیں کہ کسی وصف کے انکار کرنے کے یہ معنی ہیں کہ وصف اس کے مرتبہ سے اُوپر کا ہے اس وصف کے ثابت کرنے سے ماتحت کا مرتبہ نہیں بڑھتا اور مافوق کی گستاخی ہے جو شخص مدعی ہے پہلے اس وصف کا اُس مرتبہ کے لیے لزوم یا امکان ثابت کرے پھر وقوع تب منکر کو جو چاہے کہے

فقط کسی وصف کو عمدہ اوراوصاف کمالیہ میں داخل سمجھ کر ثابت کرنا شروع کر دے تو پھر اولیا ئے کرام وانبیاء علیہم السلام اور خداوند عالم میں کچھ فرق نہ رہے آخر اس کے نزدیک بھی کوئی وصف ایسا ہے جو خدا کے لیے ہے اور انبیاء علیہم السلام میں نہیں یا انبیاء علیہم السلام میں ہے اور اولیاء کرام میں نہیں پھر کیا اس پر الزام تنقیص شان اور گستاخی کا نہ آئے گا یہ بالکل دھوکہ ہے جس سے مسلمان خوب خبردار رہیں کسی وصف کا منجملہ اوصاف کمال کے ہونا امر آخر ہے اور اس کا کسی شخص کے لیے ممکن الثبوت ہونا امر آخر علیٰ ہذا القیاس اگر کوئی ممکن الثبوت ہو تو اس کے وقوع کی جب تک کوئی دلیل نہ ہو گی فقط امکان مثبت وجود نہیں ہو سکتا۔

اولیائے کرام کی اتباع کی تحقیق

ہاں جو واقعی اولیائے کرام ہیں گو بمقتضائے بشریت اُن سے غلطی ممکن ہے مگر بعد العلم ضرور توبہ فرماتے ہیں لیکن کوئی عقیدہ مخالف اسلام یا کوئی فعل وقول حرام ہمیشہ اُن سے سرزد نہیں ہو سکتا اگر کوئی ایسا قول یا فعل اُن کی طرف منسوب ہو تو اول تحقیق روایت چاہیئے اس کے بعد تاویل حسن جو موافق شریعت ہو وہ کرنی چاہیئے یہ بھی نہ ہو سکے تو اُس فعل کو بُرا کہے مگر حضرات اکابر کی شان میں گستاخی ہرگز ہرگز نہ کرے کہ سم قاتل ہے اور سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے ع

خطائے بزرگان گرفتن خطا است

کا یہی مطلب ہے :

نہ این کار می کنم نہ انکار می کنم

حکم تو وہی ہے جو علمائے کرام اہلِ شریعت و اصحاب عظام فتویٰ فرما گئے ہیں اور فعل اور قول حرام ضرور حرام ہے مگر بسا اوقات بعض قرائن تعین مراد کے خاص ہوتے ہیں یا قرینہ حالیہ ہوتا ہے جو نقل کلام کے وقت ذکر میں نہیں آسکتا اسی واسطے کلام کا مطلب ظاہری اور حقیقی غلط ہو جاتا ہے اور مراد متکلم بالکل حق ہوتی ہے جہاں تک مخاطب نہیں پہنچ سکتا یا قائل کا کلام کسی خاص حالت کے متعلق ہوتا ہے اور وہ اپنے نزدیک بالکل صحیح فرماتے ہیں گو واقع کے مطابق نہ ہو اگر کسی کو صفراوی بخار ہو اور شیرینی اس کو تلخ معلوم ہو تو وہ شیرینی کو تلخ کہتا ہے بالکل صحیح کہتا ہے کہ اس کو تلخ ہی معلوم ہوتی ہے مگر واقع کے بالکل خلاف ہے جو اُس شخص کے تقدس پر خیال کر کے مٹھائی کو کڑوا سمجھنے لگے گا بے شک غلطی میں مبتلا ہو گا اور جو اُس کی تغلیط کر کے گستاخی کرے گا وہ بھی بے شک بے ادب محروم اور گستاخ اور اُس کے حال سے غافل خیال کیا جائے گا۔ اچھا وہی ہے کہ مٹھائی کو مٹھائی کہے اور اس کو بیمار سمجھے اور مغلوب الحال۔ احکام وہی ہیں جو سرورِ عالم روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمائے اور مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اور علماء شریعت نے استخراج فرمائے۔ اب اگر کسی اہلِ حال سے کوئی امر اس کے خلاف ہو تو اُس کو بھی مطعون نہ کرنا چاہیئے اور اُس حکم کو بھی غلط نہ کہنا چاہیئے یہ طریق متوسط ہے جس میں شریعت کا اور .....

بزرگانِ دین دونوں کا تحفظ باقی رہتا ہے ورنہ اُس کے سوا افراط اور تفریط ہے۔ واللہ تعالیٰ ہو الموفق

یہی طریقہ ہمارا اور ہمارے اکابر کا ہے۔

رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ و نور عرشہ و صفوۃ عبادہ سیدنا و مولٰنا و شفیعنا و حبیبنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین ۔

تمت بالخیر